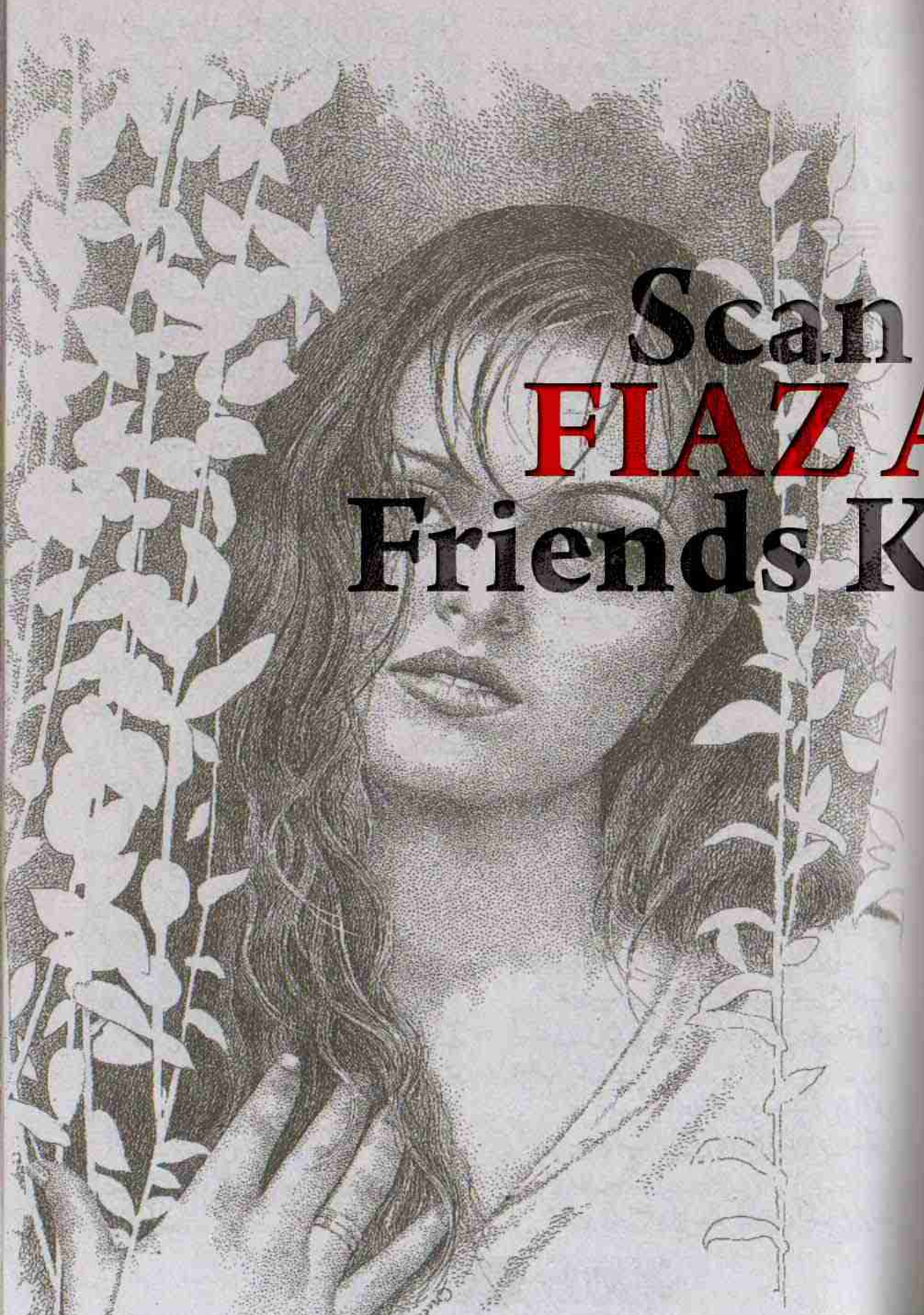

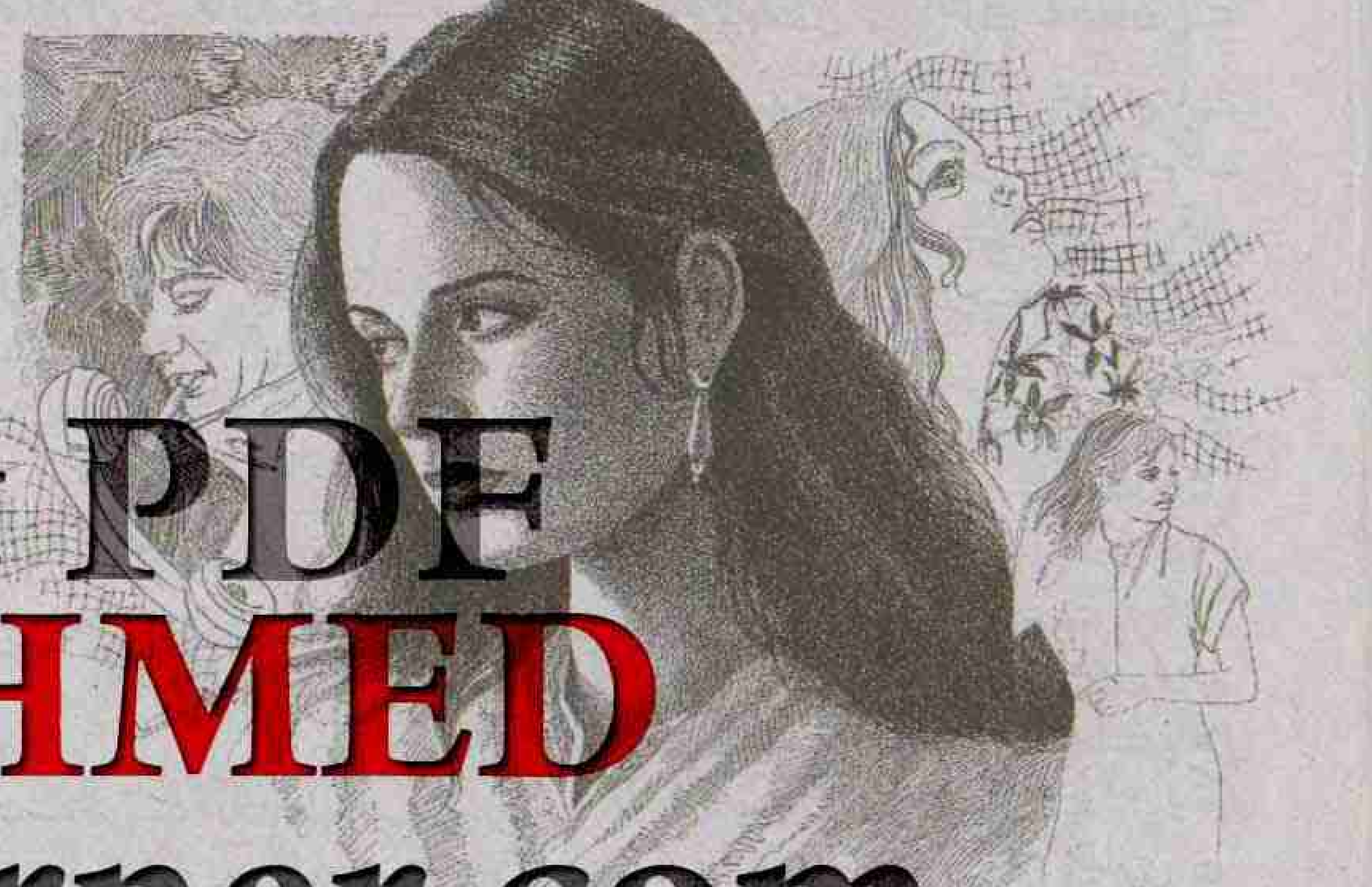

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

مریم عزیز

تم سنگ مہکنے لگے راستے

مکمل ناول

چیخ کی زوردار آواز پر برتن دھوتی کشف کے ہاتھ سے گلاس چھوٹا تھا اور زمین پر گرتے ہی کرچیوں میں بدل گیا۔ کشف نے ایک نظر ٹوٹے ہوئے گلاس کو دیکھا لیکن پھر اسے نظرانداز کر کے کمرے کی طرف دوڑی۔ کمرے کا منظر اس کی توقع کے عین مطابق تھا۔ تہذیب بیڈ پر چڑھی پریشان نظروں سے نیچے دیکھ رہی تھی۔ ابھی کشف اس سے پوچھنے ہی لگی تھی کہ زبیدہ بیگم ہانپتی ہوئی اندر داخل ہوئیں۔

"کیا ہوا کون چیخا تھا۔" انہوں نے پریشانی سے پہلے کشف اور پھر تہذیب کو دیکھا۔ کشف نے انگلی سے بیڈ پر کھڑی تہذیب کی طرف اشارہ کیا تو زبیدہ بیگم کی سوالیہ نظریں اس کے چہرے پر ٹک گئیں۔ اس نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر خود کو بولنے کے لیے تیار کیا۔

"وہ امی! میں جھاڑو دینے لگی تھی وہ کاکروچ آ گیا۔" اس نے معصومیت سے اپنے چیخنے کی وجہ بیان کی لیکن اس کی بات پر زبیدہ بیگم کا پارہ چڑھ گیا تھا۔

"تہذیب، تہذیب! میں تمہارا کیا کروں کب تمہیں عقل آئے گی، کوئی کیڑا نکل آئے تو تم چیخنا شروع کر دیتی ہو۔ چھپکلی دیکھ کر تمہاری آدھی جان نکل جاتی ہے۔ کیا بنے گا تمہارا پتا نہیں کیا سوچ کر تمہارے باپ نے تمہارا نام تہذیب رکھا ہے۔ تمیز اور تہذیب تو تمہیں چھو کر نہیں گزرے۔"

زبیدہ بیگم نے غصے سے اس کے لٹکے ہوئے چہرے کو دیکھا۔ کشف نے اس کی لٹکی شکل دیکھ بڑی مشکل سے اپنی ہنسی ضبط کی تھی اس کو ہنسی ضبط کرنے کے چکر میں دیکھ کر تہذیب کی ہنسی نکل گئی تھی۔

"اب ہنستے ہی رہنا تمہیں تو اور کوئی کام ہی نہیں یا چیخ لو یا ہنس لو۔ میں تو پتا نہیں کن پاگلوں میں پھنس گئی ہوں۔" وہ بڑبڑاتی ہوئی باہر نکل گئیں۔

کشف نے افسوس سے سر ہلایا۔ "امی صحیح کہتی ہیں تمہارا کچھ نہیں ہو سکتا۔ کوئی کہہ سکتا ہے تم شہر کے بہترین اسکول میں پڑھاتی ہو مجھے تو کبھی کبھی لگتا ہے تم بچوں کو کم، وہ تمہیں زیادہ ڈانٹتے ہوں گے۔" کشف کے مذاق اڑانے والے انداز پر اس نے غصے سے اسے دیکھا۔

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں۔ وہ سب مجھ سے بہت پیار کرتے ہیں۔"

"ہاں نظر آتا ہے۔" کشف نے جھاڑو اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

"کیا نظر آتا ہے؟" تہذیب نے جھاڑو اس کے ہاتھ سے لے لی تھی۔

"یہی ان کا پیار جو کبھی ربڑ کی چھپکلی کی صورت میں تمہارے پرس میں رکھا ملتا ہے۔"

کشف کی بات پر تہذیب نے نظریں اس کے چہرے سے ہٹالیں "وہ تو بس ایسے ہی اور تم ہر وقت میرے پیچھے نہ پڑی رہا کرو۔"

اس کے مڑتے ہی کشف چیخی تھی "کاکروچ" اور تہذیب چیخ مار کر اچھلی تھی اور کشف کے پیچھے جا کر کھڑی ہو گی۔

"کہاں ہے؟" تہذیب نے گھبرا کر متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"پتا نہیں۔" کشف نے کہہ کر دروازے کی طرف دوڑ لگائی تھی۔

"کشف کی بچی! اس کی بات سمجھ میں آتے ہی وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آج لگتا ہے دشمنوں کے مزاج معمول پر نہیں۔" عمران نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کشف سے کہا۔ اس نے مسکرا کر عمران کو دیکھا۔

"تم کب آئے؟"

"ابھی ابھی لیکن آپ کی بہن صاحبہ نے تو سلام کا جواب دینا گوارا نہیں کیا اس لیے سیدھا یہیں آ رہا ہوں۔" عمران نے ٹوکری سے سیب اٹھاتے ہوئے کہا۔

"اسے آج نہ ہی چھیڑو تو اچھا ہے۔ ابھی ابھی اس نے ڈانٹ کھائی ہے۔ وہ آج کسی سے بات نہیں کرے گی۔"

"اچھا تو اس لیے موڈ آف ہے۔" عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن میں اسے بولنے پر مجبور کر دوں گا۔"

"اچھا دیکھتے ہیں۔" کشف نے اسے دیکھ کر چیلنج کیا اور چولہا بند کر کے عمران کے پیچھے آ گئی۔

تہذیب نے ایک نظر ان دونوں کو اندر آتے دیکھا اور دوبارہ اپنا دھیان ٹی وی کی طرف مرکوز کر دیا۔

"تہذیب ابو تمہیں یاد کر رہے تھے۔" عمران نے اسے ٹی وی میں مگن دیکھ کر کہا لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا۔

"اچھا کشف! چلتا ہوں اور ابو سے جا کر کہوں گا میں آپ کا پیغام آپ کی چہیتی کو دیا تھا لیکن اس نے کہا۔ "میں کیا کروں۔"

عمران کے سنجیدگی سے کہنے پر وہ ایک دم بھڑک

اٹھی تھی۔

"مانی! کتنے بڑے جھوٹے ہو تم میں نے ایسا کب کہا؟" اس کے گھورنے پر عمران نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی کو روکا تھا۔

"ظاہری بات ہے تم جواب نہیں دو گی تو اس کا یہی مطلب نکلتا ہے۔" عمران نے دوبارہ بیٹھتے ہوئے کہا۔

"تم ہر جگہ اپنی عقل سے کام نہ لیا کرو۔" تہذیب نے جل کر جواب دیا تھا۔

"پھر ابو کو کیا جواب دوں؟"

"تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ میں خود ان سے بات کر لوں گی۔"

"تہذیب نے اسے دیکھے بغیر کہا تھا لفٹ نہ کروانے پر وہ کشف کی طرف آ گیا تھا۔

"ویسے تمہاری بہن کو الو بنانا کوئی مشکل کام نہیں۔"

"زیادہ پھیلنے کی ضرورت نہیں ابھی اس نے سن لیا تو تمہیں باہر نکال دے گی۔" تہذیب نے گھور کر ان دونوں کو دیکھا۔

"تم دونوں کیا سرگوشیوں میں باتیں کر رہے ہو؟"

"یہ تمہاری بہن تمہاری برائیاں کر رہی تھی۔"

عمران نے سارا الزام کشف پر رکھ دیا تو وہ تڑپ کر بولی۔

"مانی! بچ بڑے جھوٹے ہو تہذیب! یہ تمہیں الو بول رہا تھا۔" تہذیب کی گھوری پر وہ ہڑبڑا کر رہ گیا۔

"جھوٹ میں تو کہہ رہا تھا تہذیب آج بہت تہذیب یافتہ لگ رہی ہے لیکن....." وہ کشن اٹھا چکی تھی ایک کے بعد دوسرا پھر تیسرا اس نے سارے کشن اٹھا اٹھا کر اسے مارنے شروع کر دیے، کچھ اسے لگ رہے تھے جبکہ کچھ کو وہ آسانی سے کیچ کر رہا تھا اور ہنستا جا رہا تھا اور اس کی ہنسی تہذیب کے لیے جلتی پر تیل کا کام کر رہی تھی۔ اس نے نظریں گھما کر کسی زبردست چیز کی تلاش شروع کی "تہذیب جوتی" اس نے پیچھے سے کشف کی آواز سنی۔ تہذیب نے جلدی سے جھک کر اپنے پاؤں سے جوتی نکالی ابھی وہ سامنے کھڑے عمران پر پھینکنے والی تھی تبھی دائیں طرف کا دروازہ کھول کر زبیدہ باہر آئیں۔ انہوں نے حیرت سے سامنے کا منظر دیکھا، جہاں عمران دروازے کے ساتھ کھڑا تھا تہذیب کے ہاتھ میں جوتی تھی جبکہ کشف پیچھے کھڑی عمران کو اشارے کر رہی تھی۔ دروازہ کھلتے ہی وہ تینوں اس طرف متوجہ ہوئے تھے۔ کشف کی ہنسی رک گئی تھی۔ تہذیب کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا جبکہ عمران کے حوصلے اور بلند ہو گئے تھے۔

"اچھا ہوا تائی جان! آپ آ گئیں یہ دیکھ رہی ہیں میری کتنی عزت ہو رہی ہے جوتے مار کر گھر سے نکال رہی ہے۔" زبیدہ بیگم کے قریب جا کر اس نے مظلوم شکل بنا کر کہا۔

"جھوٹ بولتا ہے، جھوٹا سارے جہاں کا۔" تہذیب نے چیخ کر جوتے والا ہاتھ بلند کیا۔

"تہذیب کیا بدتمیزی ہے۔ جوتا نیچے رکھو۔" اس نے گھبرا کر جوتا نیچے رکھا تھا "یہ کوئی طریقہ ہے بات کرنے کا کوئی تمیز باقی رہ گئی ہے یا نہیں بڑا ہے وہ تم سے۔"

"ایک سال۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولی "تو کیا ایک سال بڑا نہیں ہوتا جاؤ مانی کے لیے چائے بنا کر لاؤ۔"

تہذیب نے کھا جانے والی نظروں سے عمران کو

خواتین ڈائجسٹ
کی طرف سے بہنوں کے لیے ایک اور ناول
کوئی ایسا اہل دل ہو
فبیلہ عزیز
قیمت --- 250/- روپے
منگوانے کا پتہ
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37- اردو بازار، کراچی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

دیکھا جس کے دانت ہی اندر نہیں جا رہے تھے۔

"دانت تو ایسے نکال رہا ہے جیسے بہت خوب صورت ہوں۔ امی نہ آتیں تو آج اس کے سارے دانت میرے ہاتھ سے ہی ٹوٹنے تھے۔" اس نے چائے کا پانی رکھتے ہوئے کہا۔

"تمہیں تو میں ایسی چائے پلواتی ہوں ساری عمر یاد رکھو گے۔" تہذیب نے چینی کی جگہ ڈھیر سارا نمک پانی میں ڈالا چائے کا کپ ٹرے میں رکھ کر اس نے چہرے کو سنجیدہ کیا اور باہر نکل آئی۔

چائے کا کپ عمران کو پکڑا کر وہ کشف کے پاس بیٹھ گئی تھی۔ عمران نے کپ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر اس کے پھولے ہوئے چہرے کو دیکھا لیکن چائے کا پہلا گھونٹ بھرتے ہی اس کا منہ کا زاویہ ایک دم بگڑا تھا۔ اب اس کی حالت ایسی تھی کہ نہ تو وہ اگل سکتا تھا اور نہ ہی نگل سکتا تھا۔ اس نے گھبرا کر تہذیب کو دیکھا جو بڑی دلچسپی سے اس کی حالت دیکھ رہی تھی۔ عمران ایک دم اٹھ کر باہر کی طرف بھاگا تھا زبیدہ بیگم نے گھبرا کر اسے پکارا۔

"عمران!" کشف بھی حیرانی سے اٹھی جبکہ تہذیب اطمینان سے ٹی وی دیکھنے میں محو تھی۔ تب ہی عمران دوبارہ اندر آیا تھا۔

"کیا ہوا بیٹا! طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟" زبیدہ نے پریشانی سے اس کے سرخ چہرے کو دیکھا۔

"اچھا تائی جان چلتا ہوں۔"

"بیٹا! چائے۔"

"نہیں تائی جان مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے، پھر آؤں گا۔" وہ جلدی جلدی کہہ کر نکل گیا۔ مبادا اسے چائے نہ پینی پڑ جائے۔

"کمال ہے۔ ابھی تو چائے کا کہہ رہا تھا اور اب پی بھی نہیں۔" وہ صوفے پر بیٹھ گئیں اور سامنے رکھا کپ اٹھا لیا۔

تہذیب نے گھبرا کر انہیں دیکھا "امی! یہ مجھے دے دیں۔" اس نے جلدی سے کپ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے تہذیب!" انہوں نے ناگواری سے اسے دیکھا۔

"امی! یہ چائے ٹھیک نہیں۔"

"کیوں کیا ہے اسے؟" انہوں نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

"وہ ..... اس میں نمک ہے۔" اس کے کہنے پر انہیں بے ساختہ عمران کی حالت یاد آئی کشف کی ہنسی نکل گئی جبکہ انہوں نے اپنا ماتھا پیٹ لیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ اسٹارٹ لیتیں اس نے کمرے سے نکلنے میں ہی عافیت سمجھی۔

☼ ☼ ☼

"میری تو سمجھ میں نہیں آتا اس لڑکی کا کیا کروں، ایک کشف ہے مجال ہے کبھی اس نے مجھے تنگ کیا ہو، سارا گھر سنبھال رکھا ہے۔ اتنی سلجھی ہوئی ہے کہ اپنے کیا غیر بھی تعریف کرتے ہیں لیکن تہذیب اسے سوائے شور مچانے اور کام بگاڑنے کے علاوہ — کچھ نہیں آتا۔"

"کیوں اب کیا کر دیا اس نے؟"

"آج مانی آیا تھا جب وہ آئے آپ کی لاڈلی نے ضرور اس سے بدتمیزی کرنی ہوتی ہے۔ آج بھی اتنے دن بعد آیا تھا پہلے جوتی لے کر کھڑی ہو گئی پھر چائے میں ڈھیر سا نمک ملا کر اسے پلا دیا۔ وہ بچہ بے چارہ چپ کر کے چلا گیا۔ اتنا ڈانٹتی ہوں لیکن مجال ہے اسے اثر ہو آپ نے اسے سر چڑھا رکھا ہے۔"

زبیدہ بیگم کی بات پر وہ ہنسی نہیں روک سکے۔ ان کی ہنسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔

"ہاں ہاں ہنس لیں آپ کو اور آپ کی بیٹی کو اور کام ہی کیا ہے۔"

"بھئی بیگم بچے ہیں اگر ایک دوسرے سے مذاق کر لیتے ہیں تو حرج ہی کیا ہے۔"

"حرج ہے اصغر! کل کو تہذیب کو اسی گھر جانا ہے۔ اب تو مانی اس کی ہر بات ہنس کر برداشت کر جاتا ہے کل کو رشتہ بدلے گا تو یہی باتیں مصیبت بن جائیں گی

کوئی بھی شوہر یہ برداشت نہیں کرتا اس کی بیوی اس سے بدتمیزی کرے۔ اتنی بے تکلفی بھی اچھی نہیں ہوتی۔ سعدیہ کے مزاج کو تو آپ جانتے ہیں۔ وہ تو پہلے ہی تہذیب کو پسند نہیں کرتی، صرف مانی کی وجہ سے برداشت کر رہی ہے۔" انہوں نے عمران کی ماں کا حوالہ دیا۔

"زبیدہ بیگم کی بات پر اصغر صاحب چپ سے ہو گئے زبیدہ بیگم نے غور سے ان کی سنجیدہ شکل دیکھی۔

"دیکھو زبیدہ! میں تہذیب کو بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ اس میں ابھی بچپنا ہے لیکن سمجھ دار ہے وقت کے ساتھ ساتھ خود ہی سنبھل جائے گی۔"

"آپ بھی کمال کرتے ہیں اصغر چوبیس سال کی ہو چکی ہے۔ آپا کا فون آیا تھا۔ وہ کشف کی رخصتی کروانا چاہتی ہیں اور میں کشف کے ساتھ تہذیب کا بھی سوچ رہی تھی لیکن اب بہت مشکل لگتا ہے۔ تھوڑی سی سمجھ تو ضروری ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر رونا شروع کر دیتی ہے۔ لوگ اتنا نخرہ برداشت نہیں کرتے۔" پریشانی ان کے لہجے سے ظاہر ہو رہی تھی۔

"زبیدہ تم خوامخواہ فکر کر رہی ہو۔ سعدیہ بھابھی اور افضل بھائی کوئی غیر نہیں اس کے سگے چچا چچی ہیں۔ وہ شروع سے اس کی عادت سے واقف ہیں۔ مانی اچھا بچہ ہے۔ بچپن کا ان کا ساتھ ہے۔ وہ سمجھتا ہے تہذیب کو، تم فکر نہ کرو سب ٹھیک ہو گا اور جہاں تک تہذیب کی بات ہے اس کی شادی کے بارے میں ابھی رہنے دو۔ ابھی صرف کشف کے بارے میں سوچو۔"

"آپ کیا سمجھتے ہیں مجھے تہذیب سے پیار نہیں ہے۔ بہت ہے لیکن میں اس کی حرکتوں سے ڈرتی ہوں۔ بچپنا ماں باپ کی دہلیز تک ہی اچھا لگتا ہے۔ آگے چاہے کوئی بھی ہو چچا چچی کوئی برداشت نہیں کرتا۔" ان کے افسردہ لہجے پر اصغر صاحب مسکرا دیے۔

"اچھا بابا ٹھیک ہے، تم کہتی ہو تو میں اسے سمجھا دوں گا بلکہ ابھی سمجھا دیتا ہوں۔"

"تہذیب!" انہوں نے اونچی آواز میں تہذیب کو پکارا۔

"جی ابو" کچھ دیر بعد وہ ان کے سامنے تھی۔

"تمہاری امی شکایت کر رہی ہیں۔"

"یہ کونسی نئی بات ہے۔" ان کے کہنے پر وہ لاپروائی سے بولی تو زبیدہ نے غصے سے اسے گھورا۔

"بیٹا! آپ نے مانی کی چائے میں نمک کیوں ملایا؟"

"ابو وہ ہے ہی اس قابل امی کے سامنے معصوم بن جاتا ہے۔ میں تو اسے اور مزا چکھاتی وہ تو....."

"دیکھا آپ نے، کیسے زبان چل رہی ہے۔" زبیدہ بیگم کا پارہ پھر چڑھ گیا تھا۔

"بری بات بیٹا ایسے نہیں کرتے وہ بڑا ہے تم سے۔ آئندہ اس کی چائے میں نمک مت ملانا۔" اصغر صاحب نے اپنی مسکراہٹ روک کر سنجیدگی سے کہا تھا۔

"تو پھر کیا ملاؤں ابو؟" اس نے ان کے قریب جا کر قدرے رازداری سے پوچھا۔ اصغر صاحب بھی کوئی ایسا ہی جواب دینا چاہتے تھے لیکن ان کی نظر زبیدہ بیگم کے غصیلے چہرے پر پڑ گئی۔

"میں ہی پاگل ہوں جو آپ سے بات کی۔ آپ دونوں باپ بیٹی کبھی نہیں سدھر سکتے۔" وہ پیر پٹختے ہوئے باہر نکل گئیں تو تہذیب باپ کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

☼ ☼ ☼

"آنٹی! مزا آگیا آج۔ اتنے دن بعد گھر کا کھانا کھایا ہے۔" حسن نے چکن کڑاہی سے اچھی طرح انصاف کرنے کے بعد قمر بیگم کو دیکھا تو وہ مسکرا دیں۔

"تم سے کتنی دفعہ کہا ہے جب تک فائزہ کراچی سے واپس نہیں آجاتی۔ تم یہاں آجایا کرو لیکن تم پر کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔"

"کیا کروں آنٹی! آپ کے بیٹے کے ساتھ رہ رہ کر میرے احساسات بھی ختم ہیں۔" حسن نے شرارتی انداز میں دائیں طرف بیٹھے داؤد کو دیکھ کر کہا جو پورے انہماک سے کھانے میں مصروف تھا۔

Scan & PDF HAZ AHMED FriendsKorner.com

"اب ایسی بھی کوئی بات نہیں بھائی تھوڑے سنجیدہ ضرور ہیں لیکن خشک مزاج نہیں۔" دانیال نے جلدی سے اپنے بھائی کی طرف داری کی تھی۔

"تھوڑے؟" حسن نے حیرت سے پوری آنکھیں کھولیں "یار کم از کم جھوٹ تو وہ بولا کرو جو اگلے بندے کو ہضم ہو جائے۔ تمہارے بھائی صاحب سنجیدہ ہی نہیں بالکل، بے انتہا سنجیدہ ہیں۔ لطیف جذبات تو انہیں چھو کر بھی نہیں گزرے۔" اب کے داؤد نے نظر اٹھا کر غصے سے اسے دیکھا لیکن وہ اس کے غصے کو کسی خاطر میں نہیں لایا تھا۔

"اب ہر کوئی آپ کی طرح رنگین مزاج تو نہیں ہو سکتا۔" داؤد نے گلاس میں پانی ڈالتے ہوئے اس کی عاشق مزاجی پر بھرپور طنز کیا تھا لیکن مقابل بھی چکنا گھڑا تھا۔

"تو رنگین مزاج ہونا بری بات تو نہیں۔ اللہ نے آنکھیں دی ہیں جذبات دیے ہیں ان کا کچھ تو استعمال ہونا چاہیے" ۔۔ داؤد نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"ایسا استعمال جیسا آپ کرتے ہیں؟"

"میں کیا کرتا ہوں۔" وہ انجان بن کر داؤد کو دیکھنے لگا۔

"میرا منہ نہ کھلواؤ۔" داؤد کہہ کر کھڑا ہو گیا تھا اس کے اٹھتے ہی حسن اور دانیال بھی کھڑے ہو گئے تھے۔ وہ ٹی وی کی طرف متوجہ ہو گیا جبکہ حسن اب دانیال کے ساتھ بحث میں مصروف تھا۔ قمر بیگم ٹرالی لے کر اندر داخل ہوئیں "آنٹی آپ اس کی شادی کیوں نہیں کر دیتیں شاید موصوف کو کوئی افاقہ ہی ہو جائے۔" قمر بیگم کے بیٹھتے ہی حسن ایک بار پھر شروع ہو گیا۔

داؤد نے کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"آنٹی! پتا ہے مجھے کیا لگتا ہے کسی لڑکی کا چکر ہے یا تو وہ شادی کے لیے مان نہیں رہی یا کسی لڑکی کی بے وفائی کا غم دل سے لگا بیٹھا ہے۔" حسن کی بکواس پر قمر بیگم نے جن نظروں سے اس کی طرف دیکھا تھا۔ داؤد کا دل چاہا! اپنا گیارہ نمبر جوتا اتار کر اس کے سر پر دس لگائے

اور ایک گنے "داؤد! اگر تمہیں کوئی لڑکی پسند ہے تو مجھے بتاؤ۔ میرے لیے سب سے اہم یہ بات ہے تمہارا گھر آباد ہو اور اگر لڑکی تمہاری پسند کی ہو تو وہ اور بھی اچھا ہے۔"

"مما! ایسی کوئی بات نہیں۔" اب کے وہ اکتا کر بولا۔

"تم سچ کہہ رہے ہو؟"

وہ ہنس پڑا تھا۔

"میں نے ایک لڑکی دیکھی ہے۔ مجھے بہت پسند ہے۔"

"کون آنٹی؟" داؤد سے زیادہ حسن نے اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"میجر حامد ہیں B کالونی میں، ان کی بیٹی ڈاکٹر ہے۔ بہت سلجھی ہوئی بچی ہے اسے دیکھا تو مجھے خیال آیا، وہ داؤد کے ساتھ بہت جچے گی۔"

حسن نے ابرو اچکا کر دانیال کو دیکھا جو پہلے ہی مسکرا رہا تھا جبکہ داؤد کا سارا دھیان ٹی وی کی طرف تھا۔

"داؤد پھر میں ان سے بات کروں؟"

"آپ کو ٹھیک لگتا ہے تو ضرور کریں بس ایک بات، لڑکی میں میچورٹی ہونی چاہیے مجھے رونے دھونے والی خاص طور پر جن میں بچپنا ہو وہ لڑکیاں بالکل پسند نہیں۔"

"ٹھیک ہے میں مسز حامد سے بات کرتی ہوں لیکن پھر بھی پہلے تم اس لڑکی سے مل لو۔ اس کے بعد فائنل کرتے ہیں۔"

اس نے گہرا سانس لے کر سر اثبات میں ہلایا تھا۔

☼ ☼ ☼

جب وہ گھر داخل ہوا تو کافی تھکا ہوا تھا۔ اس کا ارادہ باتھ لے کر سونے کا تھا لیکن لاؤنج میں داخل ہوتے ہی اسے عجیب سا احساس ہوا تھا اس سے پہلے وہ پوری طرح سمجھتا ڈرائنگ روم کا دروازہ کھول کر قمر بیگم لاؤنج میں داخل ہوئیں اور اسے وہاں دیکھ کر حیران بھی۔

"تم کب آئے؟"

"ابھی ابھی" کہنے کے ساتھ اس نے ڈرائنگ روم کے دروازے کی طرف دیکھا جہاں سے ملی جلی آوازیں آ رہی تھیں۔

"کوئی آیا ہوا ہے؟" اس نے اب نظریں قمر بیگم کے چہرے پر ٹکا دیں۔

"ہاں میں نے تمہیں میجر حامد کی بیٹی کے بارے میں بتایا تھا نا۔ ان کی فیملی کو انوائٹ کیا ہے۔" داؤد کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"داؤد! انہیں میں نے بلایا ہے تم سے ملنے کے لیے۔" وہ جو انکار کا سوچ رہا تھا ان کی بات سن کر چپ کا چپ رہ گیا۔

"میں چینج کر کے آتا ہوں۔" اس نے اپنے یونیفارم کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

جب وہ ڈرائنگ روم میں داخل ہوا سب باتوں میں مصروف تھے اس کے باآواز بلند سلام کرنے پر سب اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ ان میں سے ایک آدمی جو گہرے سانولے رنگ کا تھا اس نے اٹھ کر داؤد سے مصافحہ کیا اور میجر حامد کے نام سے اپنا تعارف کروایا۔

اس آدمی کے علاوہ وہاں ایک عورت، جو یقیناً "مسز حامد" تھیں اور دو عدد لڑکیاں بھی تھیں وہ کچھ دیر فارمیلٹی کے طور پر میجر صاحب سے بات کرتا رہا پھر ایکسکیوز کر کے کھڑا ہو گیا۔ اب سونے کا تو موقع نہیں رہا تھا تو وہ کچن میں آ گیا۔ اس کا ارادہ کافی پینے کا تھا۔ ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ قمر بیگم اندر داخل ہوئیں۔

"داؤد ذرا بات سننا۔" وہ بڑے نارمل انداز میں باہر آیا تھا لیکن صوفے کے قریب کھڑی اس لڑکی کو دیکھ کر وہیں رک گیا۔

"داؤد! یہ نورین ہے اور نورین یہ داؤد ہے میرا بیٹا تم دونوں باتیں کرو اور جو پوچھنا اور جاننا ہے ایک دوسرے کے بارے میں پوچھ لو۔" وہ مسکرا کر دونوں کو دیکھ کر دوبارہ ڈرائنگ روم میں چلی گئیں۔

داؤد کا ارادہ کسی بھی قسم کے انٹرویو لینے کا نہیں تھا لیکن اپنی ماں کی بات کو رد کر کے ان کی بے عزتی بھی نہیں کروا سکتا تھا۔

"آپ بیٹھیں۔" اسے بیٹھنے کا کہہ کر وہ خود بھی اس کے سامنے بیٹھ گیا تھا ابھی وہ سوچ ہی رہا تھا کہ کیا پوچھے جب وہ خود بول پڑی۔

"آنٹی بتا رہی تھیں آپ نے CSS کر رکھا ہے۔"

داؤد نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"جی!"

"اس کے بعد آپ نے پولیس فورس جوائن کی؟"

اب بھی اس نے "جی" کی صورت میں مختصر جواب دیا۔ انٹرویو اسے لینا چاہیے تھا اور لے وہ رہی تھی چند منٹوں میں ہی داؤد کو اندازہ ہو گیا، لڑکی کافی کانفیڈنٹ ہے۔

"کچھ دن پہلے میں نے اخبار میں آپ کے بارے میں پڑھا تھا آپ نے اسمگلر کے بہت بڑے گروہ کو پکڑا تھا۔ میں آپ سے بہت امپریس ہوئی تھی میں نے کبھی سوچا نہیں تھا کبھی یوں میں آپ کے سامنے بیٹھی ہوں گی میں آپ کو بتا نہیں سکتی میں کیسا محسوس کر رہی ہوں۔" اس کی آواز سے ایک دم ایکسائٹمنٹ جھلکنے لگی تھی۔

داؤد کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ اب کیا کہے وہ کوئی شرمیلا بندہ نہیں تھا بہت بولڈ تھا لیکن لڑکیوں سے اس کی بات چیت نہ ہونے کے برابر تھی۔

اسے خاموش دیکھ کر وہ دوبارہ بولی تھی۔

"آپ میرے بارے میں کچھ نہیں پوچھیں گے؟"

"آپ خود بتا دیں۔" داؤد نے کہہ کر قصہ ہی ختم کر دیا۔

ایک پل کے لیے تو وہ اس کا چہرہ دیکھ کر رہ گئی پھر مسکرا کر بولی۔

"میرا نام نورین ہے میں ڈاکٹر ہوں، دو سال سے جاب کر رہی ہوں، ہم دو بہنیں ہیں میں سب سے بڑی ہوں۔ آنٹی قمر سے کچھ دن پہلے ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ آج انہوں نے ہمیں انوائیٹ کیا، آپ کو معلوم ہی ہو گا ہم لوگ کیوں مل رہے ہیں؟"

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

داؤد نے چونک کر اسے دیکھا اس سے پہلے وہ جواب دیتا وہ سب لاؤنج میں داخل ہوئے تو داؤد اور نورین بھی کھڑے ہو گئے۔

"او کے بیٹا اجازت دیں آپ سے مل کر بہت اچھا لگا۔ امید ہے جلد آپ سے ملاقات ہو گی۔"

میجر حامد صاحب اس سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہہ رہے تھے تو اس نے بھی مسکرا کر سر ہلا دیا۔ جانے سے پہلے نورین اس کے قریب رکی تھی۔

"آپ سے مل کر مجھے واقعی بہت اچھا لگا۔" داؤد کے مسکرانے پر وہ آگے بڑھ گئی تھی۔

مہمانوں کو سی آف کر کے قمر بیگم جب اندر آئیں تو وہ خوش لگ رہی تھیں۔

"کیسے لگے تمہیں وہ لوگ؟" اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے انہوں نے اس سے پوچھا۔

"اچھے ہیں۔"

"اور نورین کیسی لگی تمہیں؟" انہوں نے اشتیاق سے اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا۔

"اچھی ہے۔"

"بس اچھی؟" ان کے کہنے پر وہ مسکرا دیا تھا۔

"تو اور کیا کہوں؟"

تو میں انہیں ہاں کر دوں؟"

"اتنی جلدی کیا ہے مما!" ان کے ہتھیلی پر سرسوں جمانے والے طریقے پر وہ جز بز ہو کر بولا تھا۔

"داؤد! نورین بالکل ویسی ہے جیسا تم نے کہا تھا' سوبر ایجوکیٹڈ بیوٹی فل اور بہت بولڈ بھی" اگلے لفظ کا اضافہ اس نے خود کر دیا تو قمر بیگم چپ کر گئیں۔

"واقعی نورین کچھ زیادہ ہی بولڈ تھی۔" ان کا چہرہ اترتے دیکھ کر داؤد نے سر جھٹکا۔

"اگر آپ کو ٹھیک لگتا ہے تو مجھے منظور ہے۔" وہ کہہ کر ان کا رد عمل دیکھنے کے لیے رکا نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

بہت ہی ڈراؤنا خواب تھا جس نے انہیں گہری نیند سے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی تھیں کچھ دیر تو ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا وہ اندھیرے میں گھورتی رہیں پھر انہوں نے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ لیمپ آن کیا ہلکی روشنی سارے کمرے میں پھیل گئی انہوں نے گردن گھما کر اصغر صاحب کی طرف دیکھا جو کروٹ بدلے گہری نیند میں تھے۔ انہوں نے گہرا سانس لے کر ٹانگیں بیڈ کے نیچے لٹکا لیں ان کا رخ کشف اور تہذیب کے کمرے کی طرف تھا۔ وہ اندر داخل ہوئیں تو کمرے میں نائٹ بلب کی نیلی روشنی پھیلی تھی۔

انہوں نے سامنے بیڈ کی طرف دیکھا وہ دونوں سو رہی تھیں تہذیب کا بازو کشف کے اوپر تھا اور کشف کا ہاتھ تہذیب کے بازو پر ان کے انداز پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھیں سب کچھ ٹھیک تھا تو پھر وہ خواب ان کی مسکراہٹ سکڑ گئی تھی۔

"یا اللہ میری بچیوں کی حفاظت کرنا۔" انہوں نے بے ساختہ سر اٹھا کر دعا کی تھی۔

وہ جب کمرے میں آئیں تو اصغر صاحب بیڈ پر بیٹھے تھے۔

"کہاں گئی تھیں؟" انہیں اندر آتا دیکھ کر انہوں نے پوچھا وہ کوئی جواب دیے بغیر بیڈ پر آکر بیٹھ گئیں۔

"کیا بات ہے زبیدہ؟" ان کے انداز پر اصغر صاحب بھی ٹھٹھک گئے تھے۔

"اصغر! میں نے ابھی بہت برا خواب دیکھا۔ میں نے دیکھا ایک جنگل ہے گھنا بہت ڈراؤنا اس میں سانپ ہی سانپ ہیں پھر میں نے وہاں ایک لڑکی کو بھاگتے دیکھا سانپ اس کے پیچھے لگے ہیں۔ وہ لڑکی بھاگتے بھاگتے گر جاتی ہے۔ وہ سانپ اسے گھیر لیتے ہیں اور پھر ایک بہت بڑا کالا ناگ اسے کاٹ لیتا ہے۔"

اصغر صاحب نے دیکھا وہ ہلکے ہلکے کانپ بھی رہی تھیں۔

"پھر میں نے اس لڑکی کا چہرہ دیکھا پتا ہے وہ کون تھی؟"

جب انہوں نے سوالیہ نظروں سے اصغر صاحب کو دیکھا تو ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔

Scan & PDF IJAZ AHMED Friends Korner.com

ایک پل کے لیے اصغر صاحب بھی ڈر گئے۔

"وہ تہذیب تھی۔" کہنے کے ساتھ وہ دونوں ہاتھوں میں منہ چھپا کر رونے لگیں۔ ایک پل کے لیے اصغر صاحب بھی کچھ بولنے کے قابل نہیں رہے۔

"آپ جانتے ہیں نا سانپ کا نظر آنا ہی برا ہے پھر اس نے تہذیب کو کاٹا بھی ہے۔"

وہ مسلسل رو رہی تھیں جبکہ اصغر صاحب بھی پریشان ہو گئے تھے لیکن پھر انہوں نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"یہ صرف ایک خواب ہی تھا زبیدہ اور اگر تمہیں لگتا ہے کہ کچھ برا ہونے والا ہے تو اللہ تعالیٰ نے مصیبتوں کو ٹالنے کے لیے صدقے کا حکم دیا ہے۔ میں کل ہی صدقہ دیتا ہوں جو بلا ہو گی خود بخود ٹل جائے گی۔"

ان کی تسلی پر وہ چپ تو ہو گئی تھیں لیکن ان کا دل مسلسل پریشان تھا۔

☼ ☼ ☼

تہذیب نے ناراضی سے انہیں دیکھا "میں نے ایک ہفتے پہلے آپ کو بتایا تھا ہمارے اسکول کا ٹرپ اسلام آباد جا رہا ہے۔ تب تو آپ نے کوئی اعتراض نہیں کیا تھا، صبح مجھے جانا ہے تو آپ کہہ رہی ہیں نہ جاؤ۔"

"تہذیب میرے ساتھ بحث نہ کرو کہہ دیا نا کہ نہ جانا۔"

ان کے دو ٹوک انداز پر وہ کتنی دیر ہونٹ کاٹتی انہیں دیکھتی رہی اس کی آنکھیں لبالب پانی سے بھر گئی تھیں۔ اگلے ہی لمحے وہ پیر پٹختی ہوئی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

کشف نے افسوس سے اسے جاتے دیکھا پھر کچھ کہنے کے لیے ماں کا چہرہ دیکھا لیکن ان کا سخت چہرہ دیکھ کر وہ چپ کی چپ رہ گئی۔

وہ اوندھے منہ بستر پر لیٹی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی تھی اور پھر اصغر صاحب کی آواز سنائی دی تھی۔

"تہذیب بیٹا! دروازہ کھولو۔" کچھ دیر تو وہ ایسے ہی پڑی رہی لیکن جب تین چار بار دستک ہوئی تو اسے اٹھنا پڑا، دروازہ کھول کر وہ دوبارہ بیڈ پر آ کر بیٹھ گئی۔ اصغر صاحب اندر داخل ہوئے اور اس کے سامنے رکھی کرسی پر بیٹھ گئے۔

"میری بیٹی ناراض کیوں ہے؟" تہذیب نے نظریں اٹھا کر باپ کا چہرہ دیکھا اسے ایک بار پھر رونا آنے لگا تھا۔

"ابو! میں نے آپ کو بتایا تھا نا کہ ہمارے اسکول کا ٹرپ جا رہا ہے امی کو بھی بتایا تھا لیکن اب وہ منع کر رہی ہیں۔"

ابو! میں بچی تو نہیں جو گم ہو جاؤں گی اور پھر میری ساری کولیگز بھی جا رہی ہیں۔" اصغر صاحب نے ایک پل کے لیے سوچا کہ اسے زبیدہ کے خواب کے بارے میں بتا دیں لیکن پھر یہ سوچ کر کہ وہ بھی پریشان ہو جائے گی اور وہ تو صرف ایک خواب ہی تھا نا، تب ہی کشف کھانے کی ٹرے لے کر اندر داخل ہوئی تہذیب نے ناراضی سے اسے دیکھا "مجھے کچھ نہیں کھانا۔" اس نے منہ دوسری طرف موڑ لیا کشف نے لاچارگی سے باپ کا چہرہ دیکھا تو وہ مسکرا دیے۔

"چلو بیٹا! کھانا کھا لو کھانے سے کیا ناراضی ہے۔" لیکن وہ بدستور منہ پھلائے بیٹھی رہی۔

"تم نے ٹرپ پر جانا ہے نا!" تہذیب نے فوراً نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"تم چلی جانا۔ تمہاری ماں کو میں سمجھا دوں گا۔"

"سچ!" وہ خوشی کے مارے کھڑی ہو گئی اور ان کے گلے لگ گئی "ابو یو آر گریٹ۔" تو انہوں نے مسکرا کر اس کا سر تھپتھپایا تھا۔

"تمہاری امی ٹھیک کہتی ہیں بالکل بچوں والی حرکتیں ہیں تمہاری بچوں کی طرح ناراض ہو جاتی ہو اور پھر فوراً" مان بھی جاتی ہو۔" چلو اب لاڈ بعد میں اٹھوا لینا۔ پہلے کھانا کھا لو۔ تمہاری وجہ سے میں بھی بھوکی ہوں۔"

کشف کی آواز پر وہ مسکراتی ہوئی بیڈ کی طرف آ گئی اور آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی "سچ بہت زبردست قسم کی بھوک لگی تھی۔" وہ کہنے کے ساتھ کھانے پر ٹوٹ پڑی تھی۔ کشف نے مسکرا کر باپ کو دیکھا تو وہ بھی مسکرا دیے۔

☼ ☼ ☼

ڈی آئی جی کے ساتھ ان کی میٹنگ تھی۔ ایک گھنٹے بعد جب وہ کانفرنس روم سے باہر آئے تو کافی سیریس تھے حتیٰ کہ ہر وقت مذاق کے موڈ میں رہنے والا حسن بھی خاموش تھا۔ کاشف نے ایک نظر اپنے سینئر پر ڈالی اور خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ وہ لوگ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے کیفے ٹیریا میں آ گئے تھے جس موضوع کو وہ ڈی آئی جی کے روم میں ڈسکس کر کے آئے تھے وہ اب دوبارہ ان کے درمیان زیر بحث تھا۔

ایک مافیا گروہ جس کا کام ایلیٹ کلاس کے بچوں یا عورتوں کو اغوا کرنا پھر تاوان کے طور پر ان سے بھاری رقم وصول کرنا تھا۔ یہ گروہ پچھلے دو سالوں سے کافی سرگرم عمل تھا۔ کافی جدوجہد کے باوجود پولیس ابھی تک ان کا کوئی آدمی گرفتار نہیں کر سکی تھی۔ اب یہ کیس اسلام آباد پولیس کے پاس آیا تھا اور آج یہ میٹنگ اسی سلسلے میں تھی۔

پچھلے کچھ عرصہ سے داؤد اور اس کی ٹیم نے جس طرح بے حد پیچیدہ کیس اپنی جان پر کھیل کر حل کیے تھے تو لازمی طور پر ان سے توقعات بھی زیادہ ہو گئی تھیں۔ اب بھی ڈی آئی جی صاحب نے خاص طور پر کیس ان کے حوالے کیا تھا۔ کھانے کے دوران بھی وہ لوگ اسی گروہ کو ڈسکس کرتے رہے۔ اٹھنے سے پہلے داؤد نے حسن کو ان لوگوں کے بارے میں معلومات اکٹھی کر کے اسے انفارم کرنے کا کہا تھا۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا جب حسن تقریباً بھاگتا ہوا اس کے پیچھے آیا تھا۔

"کل نورین کے ساتھ ملاقات کیسی رہی؟" وہ جو تیزی سے چل رہا تھا۔ حسن کے سوال پر بے ساختہ رکا تھا اور حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

"ایسے کیا دیکھ رہے ہو مجھے غیبی علم نہیں آتا اور نہ میں سلیمانی ٹوپی پہن کر تم دونوں کی باتیں سن رہا تھا۔ مجھے آنٹی نے بتایا ہے۔"

داؤد سر جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔ کمرے میں داخل ہو کر اس نے کیپ اتار کر ٹیبل پر رکھی اور خود چیئر پر بیٹھ گیا۔

"پھر کیسی لگی نورین؟" حسن نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے کافی اشتیاق سے پوچھا تھا۔

"جب مما نے ملاقات کے بارے میں بتایا ہے تو یہ بھی بتایا ہو گا مجھے نورین کیسی لگی۔"

"میں صرف یہ دیکھنا چاہتا ہوں، جب تم کسی لڑکی کی تعریف کرو گے تو کیسے لگو گے۔" حسن کے انداز پر نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" اس کی مسکراہٹ کو حسن نے اپنے انداز میں لیا تھا۔

"بھئی پھر تو ڈاکٹر نورین سے ملنا چاہیے۔"

"بکو مت ایسی بھی کوئی بات نہیں وہ اچھی لڑکی ہے۔"

"اچھا۔" حسن نے مایوسی سے سر ہلایا "تو یہ صرف پسندیدگی ہے محبت نہیں۔"

داؤد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا بلکہ سامنے پڑی فائل کھول کر اپنے آگے کر لی تھی۔ حسن جانتا تھا۔ اب وہ کوئی بات نہیں کرے گا۔

"بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے"
وہ گنگناتا ہوا اس کے آفس سے باہر نکل گیا

☼ ☼ ☼

"کیسی لگ رہی ہوں۔" تہذیب کے پوچھنے پر کشف نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ بلیک سوٹ پر وائٹ امبرائیڈری کی ہوئی تھی۔

"تم اسکول ٹرپ پر جا رہی ہو یا فیشن شو پر؟" کشف

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

نے اسے ٹوکا۔

"کیا کشف اب تم بھی امی کی طرح شروع مت ہو جانا یہ مت کرو وہ مت کرو تمہیں کیا پتا وہاں سب ٹیچرز کتنی تیاری کے ساتھ آتی ہیں بس میں ہی سمپل ہوتی ہوں کتنا آکورڈ لگتا ہے مجھے۔" تہذیب نے منہ بسور کر کہا۔ "اچھا بابا نہیں کچھ کہتی لیکن تمہاری اتنی تیاری پر امی ضرور بولیں گی۔"

"تہذیب تمہارے اسکول کی بس آگئی ہے۔"

اس نے تیزی سے برش بالوں میں پھیرا اور ربربینڈ سے بالوں کو باندھ کر ہینڈ بیگ اٹھایا اور باہر کی طرف بھاگی۔ باہر زبیدہ بیگم کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر رک گئی انہوں نے سر سے پیر تک اس کا جائزہ لیا تھا۔

"تم کیا شادی میں جا رہی ہو۔" انہوں نے اس کی دونوں کلائیوں میں ڈھیر ساری چوڑیاں دیکھ کر کہا تو اس کا منہ بن گیا لیکن بولی کچھ نہیں۔

"زبیدہ بیگم نے غور سے تہذیب کا چہرہ دیکھا "کتنے بجے تک آؤ گی؟"

"رات ہو جائے گی۔ زارا مجھے چھوڑ دے گی۔" اس نے اپنی دوست کا نام لیا۔

"کشف اسے چادر دے دو۔" تہذیب نے پلٹ کر ماں کا ناراض چہرہ دیکھا تو ان کی طرف بڑھ آئی۔

"امی! آپ مجھ سے ناراض ہیں۔" زبیدہ نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا وہ ناراض نہیں تھیں صرف اپنے اس خواب کی وجہ سے پریشان تھیں۔ اب جبکہ وہ لمبے سفر پر جا رہی تھی تو وہ اسے پریشان نہیں کرنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھام لیا۔

"نہیں بیٹا! میں تم سے ناراض نہیں۔" ان کے کہنے کی دیر تھی اس کے چہرے کی رونق ایک دم بحال ہو گئی تھی۔ باہر ہارن کی آواز پر وہ ایک دم کھڑی ہوئی تھی۔

"زبیدہ نے آیت الکرسی پڑھ کر اس پر پھونکی تھی۔ کشف چادر لے کر اس کے پیچھے بھاگی تھی لیکن وہ بس میں سوار ہو گئی تھی۔ کشف نے مسکرا کر جاتی بس کو دیکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ٹیچر اسلام آباد تو میں نے دیکھا ہوا ہے۔" وہ باہر کے نظاروں میں مگن تھی جب اس کی فیورٹ اسٹوڈنٹ سونیا نے کہا تھا۔

"ٹیچر! کیا ہم دوسری کنٹری میں گھومنے نہیں جا سکتے تھے؟" تہذیب نے گہرا سانس لے کر سر ہلایا۔ سونیا کسی بہت بڑے بزنس مین کی بیٹی تھی اور اس کے ایک چچا سیاست میں تھے۔

جب پچھلی سیٹ پر بیٹھی اس کی کولیگ سارا نے اسے آواز دی تھی "چاکلیٹ!" وہ چاکلیٹ اس کی طرف بڑھا رہی تھی۔

"تھینکس یار یہ بتاؤ اسلام آباد کتنی دیر تک آئے گا۔" تہذیب کی اکتائی ہوئی آواز پر زارا ہنس پڑی تھی "بس آنے والا ہے۔ میرا خیال ہے ایک ڈیڑھ گھنٹہ اور لگے گا۔" اچانک ایک جھٹکے سے بس رک گئی تھی۔ سب لوگ کھڑکیوں سے باہر دیکھ رہے تھے وہ بھی پردہ ہٹا کر باہر دیکھنے لگی ڈرائیور باہر کسی سے بحث میں مصروف تھا۔ ابھی وہ صورت حال سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب تین آدمی بس کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔

"آپ اندر کیسے آ گئے؟" آگے بیٹھی ایک ٹیچر نے ان تینوں سے کہا تھا۔

"دیکھیں مس ہمیں ذرا آگے تک جانا ہے ہم اتر جائیں گے۔"

"یہ اسکول بس ہے کوئی پبلک ٹرانسپورٹ نہیں۔ آپ لوگ اتر جائیں۔" وہ ٹیچر غصے سے بولی تھیں۔

"آپ آرام سے بیٹھ جائیں۔ ہم نے کہا نا۔ ہم آگے اتر جائیں گے۔ اوئے ڈرائیور چلو تم۔" وہ غصے سے ڈرائیور کی طرف مڑا۔

وہ ٹیچر اب بھی کھڑی انہیں گھور رہی تھیں۔

"او شرافت کی زبان تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی؟ چپ چاپ بیٹھ جاؤ ورنہ اٹھا کر چلتی بس سے نیچے پھینک دوں گا۔" اس کا انداز ہی ایسا تھا کہ اس ٹیچر کے ساتھ باقی لوگ بھی خوف زدہ ہو کر انہیں دیکھنے لگے۔ بس چل پڑی تھی اور اس بس میں موجود وہ سب لوگ ان تینوں کا مقصد جاننے سے قاصر تھے۔ وہ تینوں اب بس میں بیٹھے لوگوں کا جائزہ لے رہے تھے تب ہی ان میں سے ایک نے جیب سے تصویر نکالی اور پچھلی سیٹوں کی طرف دیکھ کر اپنے دوسرے ساتھی کے کان میں کچھ کہا تھا۔ ان میں سے جو تیسرا آدمی جس کی عمر لگ بھگ ستائیس اٹھائیس سال تھی۔ اس نے موبائل پر کسی سے بات کی تھی۔ وہ لوگ پندرہ منٹ سے کھڑے تھے اور ان کا تیسرا ساتھی جس نے موبائل پر بات کی تھی پچھلے پندرہ منٹ سے تہذیب کو گھورنے میں مصروف تھا۔ ٹھیک ٹھاک شکل و صورت کا لڑکا تھا لیکن اس کی آنکھیں بہت عجیب تھیں۔

تہذیب نے گھبرا کر کندھوں پر لیا ہوا دوپٹہ سر پر لے کر اپنا چہرہ بھی کافی حد تک اس میں چھپا لیا۔ تبھی اس لڑکے کے اشارہ کرنے پر دوسرے آدمی جس کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں ڈرائیور کے سر پر گن رکھ دی۔ پوری بس میں بچوں کی چیخیں گونجنے لگیں۔

"خاموش! کسی کی آواز نہ آئے ورنہ ہم اس کا سر کھول دیں گے۔" ان کا دوسرا ساتھی بولا جس کا رنگ بے حد کالا تھا اور چہرے پر جا بجا زخموں کے نشان تھے۔ باقی دو نے بھی اپنی اپنی گن نکال لی تھی۔

"ڈرائیور بس یہیں نیچے اتار لو" سیاہ رنگ والے آدمی نے سنسان راستے کی طرف جاتی سڑک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ بس کے رکتے ہی وہ لڑکا اور کالے رنگ والا آدمی اتر گئے تھے۔ ان کی بس کے پیچھے جو دوسری سکول بس آ رہی تھی وہ بھی ان کے قریب آ کے رک گئی اس میں بھی ان کے دو آدمی تھے۔ ان کو وہاں رکے کافی دیر گزر گئی تھی شام کے سائے بھی آہستہ آہستہ پھیل رہے تھے۔ بچوں کا رونا بھی اب بند ہو گیا تھا لیکن وہ مسلسل سہمی ہوئی نظروں سے باہر دیکھ رہے تھے۔ تہذیب کے ساتھ بیٹھی سونیا اس کے ساتھ چپکی ہوئی تھی جبکہ وہ مسلسل بہتے اپنے آنسوؤں کو صاف کرنے میں مصروف تھی۔ اس کے ہاتھ پاؤں سن ہو گئے تھے اور ڈر کے مارے دھڑکن اتنی تیز چل رہی تھی جیسے ابھی ہارٹ فیل ہو جائے گا۔ ان میں ایک آدمی دوبارہ اندر آیا تھا اور آتے ہی تلاشی کرنے کے بعد جس جس کے پاس موبائل تھا اس نے لے لیا تھا۔ سب لوگ ابھی تک ان کا مقصد سمجھنے سے قاصر تھے۔ تب ہی وہ لڑکا جو تہذیب کو گھور رہا تھا اندر داخل ہوا۔

"سلطان! وہ لوگ ہمارے مطالبات نہیں مان رہے بچے کو لے آؤ۔"

اس کی بات پر سب نے گھبرا کر انہیں دیکھا۔ اس لڑکے نے اس لمبی مونچھوں والے کو سلطان کے نام سے بلایا تھا۔ سلطان پچھلی سیٹوں کی طرف بڑھنے لگا اپنی سیٹ کی طرف بڑھتا دیکھ کر تہذیب کی سانس سینے میں اٹک کر رہ گئی۔ اچانک سلطان نامی شخص نے آگے بڑھ کر سونیا کا بازو دبوچ لیا سونیا کی چیخیں ساری بس میں گونجنے لگی تھیں۔ اس کو دیکھ کر باقی بچے بھی رونے لگے تھے۔

"میں نہیں جاؤں گی ٹیچر میں نہیں جاؤں گی" سونیا نے چلاتے ہوئے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام لیا تھا۔

سونیا کو روتا دیکھ کر اس کے اپنے آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی وہ شخص اس کو مسلسل کھینچ رہا تھا اور تہذیب کے ڈر کے مارے سارے حواس سلب ہو کر رہ گئے تھے۔

"سلطان! اس لڑکی کو بھی ساتھ لے آؤ۔" وہ جو پہلے ہی گھبرائی ہوئی تھی۔ اس اچانک افتاد پر اس کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے۔

"لیکن بابر! اس لڑکی کا کیا کرنا ہے۔" سلطان نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"میں نے کہا نا اس لڑکی کو بھی لے آؤ۔" اب کے اس نے حکمیہ انداز میں کہا۔

"میں نہیں جاؤں گی۔" ڈر کے مارے اس کی آواز کانپ رہی تھی۔ سلطان نے باہر کی طرف دیکھا تھا تبھی وہ خود آگے بڑھا تھا۔

Scan & PDF EIAZ AHMED FriendsKorner.com

"تم بچی کو لے جاؤ۔" اس کے کہنے کی دیر تھی اس سے پہلے وہ صرف سونیا کا بازو کھینچ رہا تھا! حکم ملتے ہی اس نے سونیا کو جھٹکا دے کر کھڑا کیا اور گود میں اٹھا لیا۔ سونیا چیخنے کے ساتھ بری طرح اس کی گرفت میں مچل رہی تھی۔ بس میں بیٹھے کسی آدمی نے اتنی جرأت نہیں کی کہ اس آدمی کو روک سکے کیونکہ ان کے پاس گن تھی اور جان کسے پیاری نہیں ہوتی۔ سلطان کے بس سے باہر نکلتے ہی بابر اس کی سیٹ کے بالکل پاس آ کر کھڑا ہو گیا تہذیب نے سہمی ہوئی نظروں سے اسے دیکھا اور بالکل کھڑکی کے ساتھ لگ گئی بابر نے جھک کر اس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ اس کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" وہ اب دوسرے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑانے کی کوشش بھی کر رہی تھی لیکن اس کی گرفت مضبوط تھی وہ اسے کھینچ کر اٹھانے میں کامیاب ہو گیا تھا "سر پلیز مجھے بچائیں" وہ اسے کھینچ کر لے جا رہا تھا جب اس نے خاور صاحب، جو ان کے سکول کے اسپورٹس ٹیچر تھے ان کی سیٹ کو مضبوطی سے تھام کر التجا کی تھی۔ خاور کو بھی جانے کیا ہوا وہ کھڑا ہو گیا تھا۔

"لڑکی کا ہاتھ چھوڑو۔" بابر نے ایک نظر اسے دیکھا اگلے ہی پل اپنے ہاتھ میں تھامی گن بڑے زور دار طریقے سے اس کے منہ پر ماری تہذیب کے منہ سے بے ساختہ چیخ نکلی تھی جبکہ خاور کراہتا ہوا منہ کے بل گرا تھا۔ بابر اس کو سنبھلنے کا موقع دیے بغیر کھینچتا ہوا بس سے باہر لے آیا تھا۔ نکلنے سے پہلے اس نے سب لوگوں کو وارن کیا تھا۔

"اگر تم لوگوں کو اپنی جان پیاری ہے اور تم لوگ چاہتے ہو کہ اپنے گھروں کو صحیح سلامت جاؤ تو کوئی آواز کوئی چالاکی نہیں ہمارے اترتے ہی تم لوگ جا سکتے ہو۔"

ان کے اترتے ہی بس چل پڑی تھی اور اس کے پیچھے دوسری بس بھی جبکہ وہ حیران پریشان ان بسوں کو جاتا دیکھتی رہی۔

☼ ☼ ☼

"بابر اس بچی کو تو ہم نے تاوان کے طور پر رکھا ہے لیکن یہ لڑکی؟" سلطان نے تہذیب کو دیکھ کر بابر کو دیکھا جو اب اس کا ہاتھ چھوڑ کر اپنی گن کا بولٹ چیک کرنے میں مصروف تھا۔

"یہ لڑکی مجھے اچھی لگی ہے۔ بچی کو ہم کام ہونے کے بعد چھوڑ دیں گے لیکن یہ لڑکی اب میرے پاس رہے گی۔"

تہذیب رونا دھونا بھول کر اس کی شکل دیکھنے لگی جو بڑے غور سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اس کا دماغ ایک دم ماؤف ہو گیا تھا سونیا اس آدمی سے ہاتھ چھڑا کر اس سے لپٹ گئی تھی لیکن اس میں ہاتھ ہلانے کی سکت نہیں رہی تھی اسے اپنی جان کی نہیں صرف اپنی عزت کی فکر تھی۔ یوں کسی ڈاکو کا اسے اپنے پاس رکھنا اور وہ اس کی خود پر جمی نظریں، اس نے بے چینی سے اردگرد کا جائزہ لیا۔

وہ کافی سنسان جگہ تھی، درختوں کے جھنڈ ہی جھنڈ تھے۔

"یار بابر! یہ لڑکی کہیں کوئی مصیبت کھڑی نہ کر دے۔ پہلے ہی نواز بتا رہا ہے پولیس کو اطلاع مل چکی ہے۔"

"بس سلطان مزید کوئی بات نہیں یہ لڑکی ہمارے ساتھ جائے گی۔" نواز سے کہو گاڑی یہیں لے آئے تب تک میں اس سے دو چار باتیں ہی کر لوں۔"

وہ مسکراتا ہوا تہذیب کی طرف بڑھا اور اسی طرح بڑے بے ساختہ انداز میں وہ پیچھے ہٹی تھی۔ اسے مسلسل پیچھے ہٹتا دیکھ کر وہ رک گیا تھا اور تہذیب کے قدم بھی رک گئے تھے۔ وہ اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کوئی ہرنی شکار ہونے سے پہلے رحم طلب نظروں سے اپنے شکاری کو دیکھتی ہے۔

"ایسے دیکھو گی تو میں کیسے خود کو روک پاؤں گا۔"

وہ ایک لمحہ ضائع کیے بغیر اس کے پاس آیا اور اسے دونوں بازوؤں سے تھام لیا۔ تہذیب کی روح فنا ہو گئی تھی مگر اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی حرکت کرتا۔ پولیس کی گاڑی کا سائرن سنائی دیا تھا۔ بابر نے ایک دم

اسے چھوڑ کر پیچھے دیکھا تھا۔ تہذیب کے ذہن نے بجلی کی تیزی سے کام کیا تھا۔ اس نے قریب کھڑی سونیا کا ہاتھ پکڑا اور سمت کا تعین کیے بغیر دوڑ لگا دی۔ ان کو بھاگتے دیکھ کر بابر ایک پل کے لیے حیران رہ گیا اور پھر وہ اس کے پیچھے بھاگا تھا اور بابر کے پیچھے سلطان۔ وہ پاگلوں کی طرح بھاگتی جا رہی تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی راستہ کونسا ہے اسے صرف یہ پتا تھا اسے اپنی عزت بچانی ہے۔ سونیا کا پاؤں پھسلا تھا اور وہ وہیں گر گئی تھی۔

تہذیب نے گھبرا کر اسے دیکھا وہ اسے اٹھانے کے لیے مڑنے والی تھی تبھی اسے بھاگتے قدموں کی آواز نزدیک سے آئی تو وہ سونیا پر ایک بے بس نظر ڈال کر پھر بھاگنے لگی تھی۔ وہ کتنا بھاگی تھی اسے اندازہ نہیں تھا لیکن جب سانس پھولنے لگا اور بھاگنے کی ہمت نہیں رہی تو اس نے درخت کے تنے سے ٹیک لگا لی۔

کچھ دیر بعد اس نے درخت کی اوٹ سے دیکھا کچھ فاصلے پر اسے وہ دونوں نظر آئے جو متلاشی نظروں سے اسے ہی ڈھونڈ رہے تھے جبکہ سونیا ان کی گرفت میں تھی۔ سائرن کی آواز اب کافی قریب سے آ رہی تھی۔

"بابر یار چل۔" سلطان نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا تھا۔

"نہیں مجھے یہ لڑکی چاہیے۔"

"نہیں بابر اس وقت ہمارے پاس مزید کوئی چانس نہیں، یہ نہ ہو ہم جان سے بھی جائیں۔ ابھی چلو زندہ رہے تو اسے ڈھونڈ لیں گے۔"

بابر نے نظر گھما کر چاروں طرف دیکھا تو وہ ایک دم درخت کی اوٹ میں ہو گئی۔ قدموں کی آواز کے بعد گاڑی اسٹارٹ ہونے اور پھر جانے کی آواز آئی تھی۔ کتنی دیر تو وہیں دم سادھے کھڑی رہی اور پھر اس نے سامنے کی طرف بھاگنا شروع کر دیا جہاں سے سائرن کی آواز آ رہی تھی۔ اونچی ہیل کی وجہ سے وہ کتنی مرتبہ گری تھی چوٹیں بھی آئی تھیں لیکن وہ ان کی پرواہ کیے بغیر بھاگ رہی تھی۔ تب ہی دور سے اسے پولیس کی تین گاڑیاں نظر آئی تھیں آنکھوں میں آئے آنسوؤں نے کچھ دیر کے لیے سامنے کے منظر کو دھندلا دیا تھا اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھوں کو صاف کیا اور اوپر جاتی سڑک پر بھاگنے لگی۔

☼ ☼ ☼

اطلاع ملتے ہی انہوں نے جنگل کے اس حصے کو گھیر لیا تھا۔ حسن اور کاشف وہاں پہنچ چکے تھے جبکہ انہیں داؤد کا انتظار تھا۔

"سر! وہ لڑکی" اچانک کاشف کی نظر اس پر پڑی تھی۔ اس کے کہنے پر فراز نے پیچھے دیکھا تھا ایک لڑکی بھاگتی ہوئی ان کی طرف بڑھ رہی تھی اس سے پہلے وہ ان تک پہنچتی، وہ اس کی طرف بڑھا تھا۔

"کون ہیں آپ اور یہاں کیا کر رہی ہیں؟" حسن نے بغور اس کا جائزہ لیا تھا۔

"میں یہاں ۔۔۔ وہ بس سونیا۔" مسلسل رونے سے اس کی ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔ وہ اپنی بات مکمل نہیں کر پا رہی تھی۔

"لیکن سونیا اور بس کے ذکر سے وہ کچھ کچھ معاملہ سمجھ گیا تھا۔

"آپ سونیا کو کیسے جانتی ہیں؟"

"میں اس کی ٹیچر ہوں۔" وہ بری طرح رونے لگی تھی۔

"کاشف! پانی لاؤ۔"

"دیکھیں آپ چپ کر جائیں۔ لیں یہ پانی لیں۔" حسن نے کاشف کے ہاتھ سے پانی کی بوتل لے کر اس کی طرف بڑھائی۔

"اس نے بہت مشکل سے تین چار گھونٹ پیے تھے۔"

"آپ ریلیکس ہو جائیں اور مجھے آرام سے بتائیں وہ لوگ کس طرف گئے ہیں۔" حسن کے پوچھنے پر اس نے ہاتھ سے نیچے جانے والی سڑک کی طرف اشارہ کیا۔

حسن نے ایک نظر اس کی طرف دیکھ کر کاشف کو اشارہ کیا تھا جس نے سر ہلا کر ہاتھ میں پکڑے سیل فون پر کوئی نمبر پریس کیا تھا۔ حسن کاشف کے پاس آ گیا تھا

داؤد کو فون کیا۔
"جی سر! وہ نکل چکے ہیں۔"
"ہوں!" حسن نے سر ہلا کر دوبارہ تہذیب کی طرف دیکھا جو گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑی تھی اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا جیسے بہت مشکل سے کھڑی ہو۔ قریب جا کر حسن نے محسوس کیا وہ کانپ بھی رہی تھی۔
"آپ گاڑی میں بیٹھ جائیں" وہ شاید اپنے ہی دھیان میں تھی اس کی آواز پر گھبرا کر سر اٹھایا۔ وہ اس کی طرف ایسے دیکھ رہی تھی جیسے سمجھ نہ پا رہی ہو۔ حسن کو اس کی پریشانی کا اندازہ ہو رہا تھا۔
"باہر سردی ہے آپ اندر بیٹھ جائیں۔"
تو وہ خاموشی سے کار کا دروازہ کھول کر بیٹھ گئی۔ اس نے نظریں اٹھا کر شیشے کے پار دیکھا جہاں وہ دو افراد کھڑے تھے اور ان سے کچھ فاصلے پر پولیس وین جس میں وردی میں ملبوس آفیسر تھے۔ ان لوگوں کی وہاں موجودگی سے اسے یک گونہ احساس ہوا تھا۔ پتا نہیں کیا ٹائم ہوا ہے اس نے تھوڑا سا آگے جھک کر ڈیش بورڈ کی طرف دیکھا۔ شام کے سات بج رہے تھے اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر پانی جمع ہونے لگا۔
"امی' ابو' کشف پتا نہیں کیا کر رہے ہوں گے جب میں گھر نہیں پہنچوں گی تو پتا نہیں ان کی کیا حالت ہو گی اس نے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ چھپا لیا تھا۔
"یہ کون ہے؟" وہ ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔ گاڑی میں بیٹھی تہذیب کو دیکھ کر اس نے حسن سے پوچھا تھا۔
"سونیا کی ٹیچر ہے جب ہم یہاں پہنچے تو یہ ہمیں یہاں ملی۔" "کچھ بتایا اس نے؟" داؤد نے ایک نظر اسے دیکھ کر کہا۔
"نہیں کافی ڈری ہوئی لگ رہی ہے۔ صرف اتنا ہی بتایا۔ وہ لوگ جنگل کی طرف گئے ہیں بچی ان کے پاس ہے۔"
"ہوں! آدھا گھنٹہ تو ہو گیا ہے۔"
حسن کے کہنے پر اس نے نیچے جانے والی سڑک کی طرف دیکھا۔
"اس کا مطلب ہے زیادہ دور نہیں گئے ہوں گے" داؤد اب کچھ فاصلے پر کھڑی پولیس وین کی طرف گیا تھا۔ اس کی ہدایت پر وہ لوگ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے تو وہ دوبارہ حسن اور کاشف کی طرف آ گیا۔
"میں نے ان لوگوں کو جنگل کی طرف بھیج دیا ہے۔ اطلاع ملنے پر وہ انفارم کریں گے ہم دوسرے راستے سے جائیں گے کاشف ٹارچ وغیرہ رکھ لو۔" داؤد نے پھیلتے ہوئے اندھیرے کو دیکھ کر کہا تھا۔
"سوال یہ پیدا ہوتا ہے انہوں نے اسے کیوں اتارا؟"

وہ تہذیب کو پر سوچ انداز میں دیکھتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھا داؤد نے انگلی سے شیشہ بجایا تہذیب اپنے دھیان سے چونکی تھی اس نے شیشے کی طرف دیکھا جہاں ایک شخص اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا وہ ڈر کر پیچھے ہٹی تھی۔ اس نے مدد کے لیے ان دو لوگوں کو ڈھونڈا۔ وہ اسے کہیں نظر نہیں آئے۔
"باہر آئیں۔" داؤد نے کہنے کے ساتھ دروازہ بھی کھول دیا تو وہ ڈر کے مارے دوسرے دروازے سے جا لگی۔ حسن نے داؤد کو غصے سے گاڑی کے دروازے کے پاس دیکھا تو بھاگتا ہوا اس کے قریب آیا تھا حسن کے قریب آنے پر وہ جھنجلا کر اس کی طرف مڑا۔
"یہ بہری ہے یا گونگی ہے۔" حسن نے داؤد پر سے نظریں ہٹا کر کار میں جھانکا۔
"دیکھیں مس باہر آئیں۔ ہم پولیس والے ہیں۔ ڈرنے والی کوئی بات نہیں۔" حسن کا انداز اتنا نرم تھا کہ وہ خاموشی سے باہر نکل آئی۔ اس نے داؤد کی طرف دیکھنے سے گریز کیا تھا۔
"اب آپ منہ کھول کر یہ بتانا پسند کریں گی وہ کتنے لوگ تھے؟" داؤد نے ایک ایک لفظ چبا کر کہا تھا۔
"تین۔" وہ تھوک نگل کر بولی پھر دوسرے ہی پل وہ پھر بولی تھی۔
"نہیں پانچ تھے۔" اسے دوسری بس سے نکلنے والے دو لوگ اور یاد آئے تھے داؤد نے کھا جانے والی

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

نظروں سے اسے دیکھا۔

"محترمہ یادداشت پر زور دیں تین تھے یا پانچ؟"

"پانچ!" وہ اب سر جھکا کر بولی۔

"آپ کو کیوں اتارا انہوں نے؟" داؤد کے سوال پر اس کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھرنے لگیں اب انہیں کیا بتاتی کیوں اتارا۔

"کچھ پوچھا ہے آپ سے۔" اسے خاموش دیکھ کر داؤد نے کہا تھا۔

"پتا نہیں" وہ اسی طرح جھکے سر کے ساتھ بولی۔

حسن نے اس کے اترے چہرے کو دیکھ کر داؤد کو دیکھا۔

"داؤد! کول ڈاؤن یار وہ پہلے سے ڈری ہوئی ہے اور اب چلو پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے" حسن کی بات پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔

"چلو۔" داؤد کے کہنے پر انہوں نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی ٹارچ روشن کر لی تھیں۔

"داؤد ان کا کیا کرنا ہے" حسن کے سوال پر اس نے سوالیہ نظروں سے حسن کو دیکھا جو سر جھکائے کھڑی تہذیب کو دیکھ رہا تھا۔

"واٹ ڈو یو مین ان کا کیا کرنا ہے" کئی شکنیں داؤد کی پیشانی پر نمودار ہوئی تھیں۔

"اتنی رات کو اس سنسان سڑک پر ہم انہیں اکیلا چھوڑ کر تو نہیں جا سکتے نا۔"

"تو تمہارا کیا مطلب ہے یہ ہمارے ساتھ جائے گی؟" اب کے داؤد نے حیرت سے حسن کو دیکھا جس کے چہرے پر ہار والے تاثرات تھے۔

"او کم آن حسن ہم وہاں مجرموں کو پکڑنے جا رہے ہیں پکنک اسپاٹ پر نہیں جا رہے۔ وہاں ہماری اپنی جان کو خطرہ ہے۔ اس کو کہاں سنبھالتے پھریں گے۔"

"سر ٹھیک کہہ رہے ہیں حسن سر۔" کب سے خاموش کھڑے کاشف نے بھی اکتا کر کہا تھا۔ حسن کو داؤد سے اتفاق تو تھا لیکن اسے اس لڑکی کا بھی خیال تھا اور تہذیب سر جھکائے ان کے فیصلے کی منتظر تھی اور خاموشی میں ایک بار پھر داؤد کی آواز سنائی دی تھی۔

"میں جہانداد کو فون کر دیتا ہوں وہ اسے یہاں سے لے جائے گا۔" آخر کار داؤد کو خیال آ ہی گیا تھا داؤد موبائل پر نمبر ڈائل کرتا ہوا آگے نکل گیا اور اس کے پیچھے کاشف بھی۔ حسن تہذیب کی طرف مڑا۔

"آپ گاڑی میں بیٹھ جائیں اور ڈور لاک کر لیں ابھی کچھ دیر میں ہمارے ایک انسپکٹر آئیں گے آپ ان کے ساتھ چلی جانا۔"

تہذیب نے نظر اٹھا کر حسن کی طرف دیکھا تھا اندھیرے میں بھی اس کی آنکھوں میں چمکتے آنسو اسے صاف دکھائی دے رہے تھے لیکن وہ مجبور تھا اس نے سر جھٹک کر خود کو اس سوچ سے آزاد کیا وہ چلا گیا تھا اور تہذیب وہیں کھڑی ان تینوں کو لمحہ بہ لمحہ دور ہوتے دیکھ رہی تھی۔

ان تینوں کے نظروں سے اوجھل ہونے پر اس نے گھبرائی نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا۔ دور دور تک کوئی ذی نفس نظر نہیں آ رہا تھا۔ ارد گرد درختوں کے جھنڈ پھیلے تھے۔ جن کی لمبی لمبی شاخیں عجیب ڈراؤنا سا تاثر دے رہی تھیں۔ اس نے جھرجھری لے کر اپنا دوپٹہ اچھی طرح اپنے گرد لپیٹا۔ سردی آہستہ آہستہ اپنا رنگ دکھا رہی تھی۔ اس کے پاؤں سن ہو رہے تھے۔

"امی نے مجھے چادر دی بھی تھی۔" گھر والوں کا خیال آتے ہی اس کی آنکھیں پھر نم ہونے لگیں تبھی پیچھے درختوں میں سرسراہٹ ہوئی تھی اس نے چوکنا ہو کر پیچھے دیکھا لیکن اندھیرے میں کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہ جلدی سے کار کا دروازہ بند کر کے بیٹھ گئی اور ڈور لاک کر لیا اسے وہاں بیٹھے پانچ منٹ سے زیادہ ہو گئے تھے اسے جتنی سورتیں، آیات یاد تھیں وہ پڑھ رہی تھی لیکن باوجود کوشش کے وہ اپنے ڈر سے نجات حاصل نہیں کر سکی تھی۔ جس انسپکٹر نے اسے لینے آنا تھا وہ ابھی نہیں آیا تھا اور جانے کب تک آنا اور آنا بھی کہ نہیں جبکہ وہ جانتی تھی وہ بابر نامی غنڈہ یہیں کہیں ہے اگر وہ دوبارہ آ گیا تو وہ کیا کرے گی اور اس کی بری نیت سے بھی وہ اچھی طرح آگاہ تھی۔ اسے ایک پل لگا تھا فیصلہ کرنے میں۔ اس نے گاڑی کا

دروازہ کھولا اور بھاگنا شروع کر دیا۔

٭ ٭ ٭

اپنے پیچھے تیز قدموں کی آواز سن کر وہ تینوں تیزی سے مڑے تھے۔ آنے والے کو دیکھ کر جہاں ان تینوں کے چہرے پر حیرت آئی تھی وہیں ان تینوں کو اپنی طرف گن تانتے دیکھ کر تہذیب کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ اس کے چیخنے پر ان تینوں نے گن نیچے کر لیں تھیں۔

"آپ یہاں؟" حسن نے حیرت سے اسے دیکھا۔

تہذیب نے ایک دم اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے۔

"دیکھیں پلیز میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتی ہوں۔ مجھے ساتھ لے جائیں وہاں مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔"

کہتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔ بے حال ہوتے ہاتھ جوڑے وہ واقعی قابل رحم لگ رہی تھی۔ اس کی حالت دیکھ کر وہ تینوں خاموش ہو گئے تھے۔ ان کی خاموشی پر تہذیب نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا لیکن اتنے اندھیرے میں وہ ان کے تاثرات جاننے سے قاصر تھی۔

"پلیز۔" وہ دوبارہ بولی تو داؤد نے اپنا رخ موڑ لیا۔

"ٹھیک ہے آپ چلیں ہمارے ساتھ۔" حسن کے کہنے پر داؤد غصے سے اس کی طرف مڑا۔

"داؤد پلیز اس طرح سنسان راستے پر ہم اکیلی لڑکی کو کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔"

"اگر کچھ برا ہو گیا تو کون ذمہ دار ہو گا۔"

"حسن سر ٹھیک کہہ رہے ہیں وہاں اکیلے رہنے سے بہتر ہے یہ ہمارے ساتھ چلیں پتا نہیں ہمیں کتنی دیر لگتی ہے۔" کاشف کی بات پر داؤد نے حیرت سے اسے دیکھا "حسن کو تو وہ جانتا تھا لڑکیوں کے معاملے میں اس کے جذبات ایسے ہی تھے لیکن کاشف۔" اس نے بے زاری سے اس لڑکی کی طرف دیکھا جو سر جھکائے رونے میں مصروف تھی اس کی قابل رحم حالت نے سب کے ووٹ اس کی طرف منتقل کر دیے تھے۔

"ہمیں ان لوگوں کو ڈھونڈنے میں صبح بھی ہو سکتی ہے اور یہ بھی نہیں پتا وہ کل بھی ملتے ہیں یا نہیں تو کیا کل تک یہ ہمارے ساتھ اس جنگل ٹائپ جگہ پر بھٹکتی رہے گی۔" داؤد نے ارد گرد پھیلے درختوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس کی بات پر وہ دونوں ایک بار پھر چپ کر گئے تھے۔

"میں آپ کو بالکل تنگ نہیں کروں گی پلیز" تہذیب نے سامنے کھڑے داؤد سے کہا کیونکہ اتنی دیر میں اسے اندازہ ہو گیا تھا وہ ان کا سینئر ہے وہ اس کا آرڈر مانتے ہیں اور وہی اس کو ساتھ لے جانے کو تیار نہیں۔ لیکن وہاں اکیلے رہنے سے بہتر تھا وہ ان تینوں کے ساتھ رہے اگرچہ وہ تینوں بھی مرد تھے لیکن اس کا دل کہہ رہا تھا وہ تینوں مختلف تھے ان کے ساتھ وہ محفوظ رہے گی۔ اس کے سوا اس کے پاس کوئی آپشن بھی نہیں تھا سو وہ اللہ کے سہارے ان پر یقین کرنے کے لیے مجبور تھی۔ داؤد نے کچھ کہے بغیر قدم آگے بڑھا دیے اس کے آگے بڑھتے ہی وہ دونوں بھی اس کے پیچھے چل پڑے تو وہ پھر سر جھکائے خاموشی سے ان کے پیچھے چلنے لگی۔ انہیں چلتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی تہذیب نے پھولی سانسوں کے ساتھ ان تینوں کو دیکھا جو اتنی تیزی سے چل رہے تھے کہ ان کے پیچھے چلنے کے لیے اسے بھاگنا پڑ رہا تھا۔ کچھ اندھیرا کچھ اونچا نیچا راستہ ذرا سی بے احتیاطی سے وہ گر بھی سکتی تھی اتنی سردی میں لمبی ہیل کے ساتھ مسلسل چلنے سے اس کی جان نکل رہی تھی۔

تبھی ان تینوں میں سے کسی ایک کے موبائل کی بیپ بجی تھی۔ وہ لوگ رک گئے تھے۔ داؤد موبائل بند کر کے ان دونوں سے مخاطب ہوا۔

"ابھی تک ان لوگوں کا کچھ پتا نہیں چلا لیکن یہ شیور ہے کہ وہ لوگ اسی ایریا میں ہیں۔ ہمیں کچھ دیر یہیں انتظار کرنا ہو گا۔ ویسے بھی تھوڑی دیر تک صبح ہو جائے گی تو ٹائر کے نشان کے ذریعہ جلدی ان تک پہنچ جائیں گے۔"

داؤد نے درخت کے ساتھ ٹیک لگا لی شاید وہ خود

Scan & PDF ELAZ AHMED Friends Korner.com

بھی تھک گیا تھا۔ تہذیب نے بے اختیار اللہ کا شکر ادا کیا کم از کم تھوڑی دیر بیٹھنا تو نصیب ہوا تھا ورنہ اسے لگ رہا تھا اس جنگل میں چل چل کر یہیں اس کی روح پرواز کر جائے گی۔ وہ ان تینوں سے کچھ فاصلے پر درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی تھی۔ وہ تینوں ان لوگوں کو ڈسکس کر رہے تھے۔

ان تینوں نے ایک دفعہ بھی نہیں دیکھا تھا کہ وہ ان کے ساتھ موجود ہے بھی یا نہیں اس نے سر اٹھا کر گہرے اندھیرے کو دیکھا۔

"صبح کب ہو گی؟" اگر ان لوگوں کے ہاتھوں میں ٹارچ نہ ہوتی تو اتنے گہرے اندھیرے میں وہ ویسے ہی خوف سے فوت ہو جاتی۔ ٹارچ کی روشنی اور ان لوگوں کی آوازیں اسے حوصلہ دے رہی تھیں۔ اپنے پاؤں میں اسے شدید درد محسوس ہو رہا تھا۔ اس نے جوتی کے اسٹریپ کھول کر جوتی اتار دی اور دونوں ہاتھوں سے اپنے پیر دبانے لگی۔ آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ ایک تو صبح وہ جلدی اٹھ گئی تھی۔ دوسرا سفر کے دوران حالات کی وجہ سے ذہنی اور جسمانی تھکن تھی اور صبح سے اس نے کچھ کھایا بھی نہیں تھا اب تھکن اور نقاہت کی وجہ سے نیند اس پر حاوی ہو رہی تھی۔ اس نے دونوں بازو اپنی ٹانگوں کے گرد لپیٹ کر سر گھٹنوں پر ٹکا دیا۔

کچھ عجیب سا احساس تھا جس نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کیا تھا اس نے مندی مندی نظروں سے سامنے دیکھا جہاں وہ بیٹھے تھے اور اگلے ہی لمحے اس کی آنکھیں معمول سے زیادہ کھل گئی تھیں۔ وہ تیزی سے کھڑی ہوئی اس نے متلاشی نظروں سے چاروں طرف دیکھا وہ اسے کہیں نظر نہیں آئے۔ اس کے سوئے ہوئے حواس ایک دم الرٹ ہوئے تھے۔ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر انہیں ڈھونڈنے لگی پر وہ اسے کہیں نظر نہیں آئے۔

"سنیں آپ لوگ کہاں ہیں؟" بڑی مری ہوئی آواز میں اس نے انہیں آواز دی تھی۔

"وہ اسے چھوڑ کر چلے گئے" پہلا خیال اسے یہ آیا تھا اور یہی خیال اس کو رلا گیا تھا اس نے ڈبڈبائی نظروں سے چاروں طرف پھیلے اندھیرے کو دیکھا اور پھر وہ راستے کا تعین کیے بغیر بھاگنے لگی۔ بے خیالی میں جوتی وہی رہ گئی تھی اب ننگے پاؤں دوڑتے ہوئے طرح طرح کی چیزیں اس کے پاؤں سے ٹکرا رہی تھیں۔ تبھی اسے لگا کسی نے اس کا دوپٹہ کھینچا تھا اور اسے لگا جس چیز سے ڈر کر وہ بھاگ رہی ہے وہ وقت آ گیا ہے۔ اس کے منہ سے نکلنے والی چیخ بے ساختہ تھی۔

☼ ☼ ☼

موبائل پر میسج ملتے ہی وہ تینوں تیزی سے آگے بڑھے تھے انہیں یاد ہی نہیں رہا وہ لڑکی بھی ان کے ساتھ ہے۔ وہ تینوں بہت احتیاط کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے کیونکہ کسی وقت کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ آگے جھاڑیوں میں انہیں ہلچل کا احساس ہوا تھا۔ داؤد نے حسن کو اشارہ کیا۔ ابھی وہ دو قدم ہی بڑھے تھے جب انہوں نے نسوانی چیخ کی آواز سنی تھی۔ ان تینوں نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔ ایک ہی خیال ان تینوں کے ذہن میں آیا تھا وہ لڑکی ان کے ہتھے چڑھ گئی ہے۔

کاشف کو وہیں رکنے کا کہہ کر وہ دونوں اس سمت میں بھاگے تھے جہاں وہ موجود تھی۔ اس کا دوپٹہ جھاڑیوں میں اٹکا تھا، لیکن وہ اس وقت اتنا ڈری ہوئی تھی کہ اس نے مڑ کر نہیں دیکھا اور دوپٹہ وہیں چھوڑ کر بھاگی تھی تیزی سے بھاگتے ہوئے وہ بری طرح کسی سے ٹکرائی تھی۔ ٹکر اتنی شدید تھی کہ زمین و آسمان اس کے سامنے گھوم گئے تھے۔ اس نے سر تھام کر نظریں اٹھائیں داؤد اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا۔

"کیا ہوا آپ چیخی کیوں تھیں؟" حسن کے سوال پر اس نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"وہ میں ڈر گئی تھی۔" اس نے سر جھکا کر شرمندگی سے کہا۔

"ایڈیٹ نان سینس! میں نے پہلے ہی کہا تھا اس

لڑکی کو ساتھ مت لو۔ لیکن تمہیں ہی شوق تھا اب بھگتو۔ اس بے وقوف لڑکی کی چیخ کی وجہ سے نہ ہم واپس آتے نہ وہ ہمارے ہاتھ سے نکلتے۔ اب پتا نہیں کب تک یہاں خوار ہونا پڑے گا۔" آخر میں وہ بڑبڑایا۔

"سر! وہاں تو وہ لوگ نہیں ملے لیکن اطلاع ملی ہے کہ وہ یہیں کہیں ہیں ان کے آس پاس ہونے کا سن کر تہذیب کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔

"حسن! ہمیں ان لوگوں کو زیادہ ایزی نہیں لینا چاہیے۔ ان لوگوں سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی ہے اگر ہمیں انہیں گرفتار کرنے میں زیادہ دیر ہو گئی تو مجبوراً اس لڑکی کے پیرنٹس کو ان کے مطالبات ماننے ہوں گے اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اس صورت میں بچی کو مارنا ان کے لیے مشکل کام نہیں۔"

داؤد کے کہنے پر تہذیب کی نظروں میں سونیا کی شکل گھومنے لگی۔ اس نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا ہلکی ہلکی روشنی پھیل رہی تھی پھر اس نے دوبارہ نظریں ان تینوں پر ٹکا دیں جو اس سے کچھ فاصلے پر ڈسکشن میں مصروف تھے۔ دن کی پھیلتی روشنی میں ان کے چہرے وہ اب واضح طور پر دیکھ سکتی تھی۔ تہذیب کی نظریں داؤد پر ٹھہر گئیں وہ ان تینوں میں سب سے لمبا تھا جبکہ اس کے نقوش پرکشش تھے اس کی بارعب شخصیت اسے سب سے نمایاں کرتی تھی جب وہ بڑے غور سے اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھی تبھی داؤد نے بھی اس کی طرف دیکھا تھا اس کا چلتا منہ ایک پل کے لیے رکا تھا۔

تہذیب نے جلدی سے نظریں اس سے ہٹا کر سامنے درخت پر ٹکا دیں۔

"پتا نہیں خود کو سمجھتا کیا ہے کبھی عام حالات میں ملا ہوتا تو اس کی طبیعت ٹھکانے لگا دیتی۔ جنگلی، لڑکیوں سے بات کرنے کی تمیز ہی نہیں۔"

دل ہی دل میں اسے اچھی طرح کوسنے کے بعد اس نے دوبارہ ترچھی نظروں سے انہیں دیکھا اور پھر اسے جھٹکا لگا تھا اس نے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا، وہ تینوں آگے جا رہے تھے۔ وہ ان کے پیچھے بھاگی۔ اس کا پاؤں کسی پتھر سے ٹکرایا تھا اچانک اس کے منہ سے زوردار چیخ نکلی تھی۔ وہ پاؤں پکڑ کر وہیں بیٹھ گئی تھی بھاری قدموں کی آواز پر اس نے سر اٹھا کر دیکھا۔ داؤد اس کی طرف آ رہا تھا ـــــ قریب آنے پر داؤد نے کھینچ کر ایک تھپڑ اس کے منہ پر دے مارا تھا۔ تھپڑ اتنا زوردار تھا کہ وہ بیٹھے سے اوندھے منہ زمین پر گری۔ کوئی پتھر بڑی زور سے اس کے ماتھے پر لگا تھا۔ ابھی وہ سنبھل بھی نہیں پائی تھی کہ اس نے بازو سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"میں نے تمہیں منع کیا تھا نا کہ اب تمہاری آواز نہ آئے اگر تمہیں اتنا ہی ڈر لگتا ہے تو گھر سے باہر نکلنے کی کیا ضرورت تھی۔ زہر لگتی ہیں مجھے تم جیسی لڑکیاں۔"

تہذیب شاک کی کیفیت میں اپنے قریب کھڑے داؤد کو دیکھ رہی تھی وہ درد، تھپڑ حتیٰ کہ رونا بھول گئی تھی۔

"اب اگر تم یہاں سے اٹھیں یا تمہاری آواز آئی تو یاد رکھنا یہیں دفن کر دوں گا۔" وہ سختی سے کہہ کر پلٹ گیا تھا۔

ماتھے پر درد محسوس کر کے اس نے ہاتھ سے چھوا نمی محسوس کرنے پر جب اس نے ہاتھ دیکھا وہاں خون لگا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اس نے بائیں گال پر اپنا ہاتھ رکھ کر جلن کے احساس کو کم کرنے کی کوشش کی تھی تب ہی اس کی نظر پاؤں پر پڑی جو لہولہان تھا۔ کوئی چیز پاؤں میں چبھی تھی اسی لیے تو وہ چیخی تھی۔ اس نے روتے ہوئے سر گھٹنوں پر ٹکا دیا۔ جتنا وہ کل سے رو رہی تھی اتنا تو وہ ساری زندگی میں نہیں روئی تھی۔ اس کی زندگی میں تین مرد تھے اس کے ابو، اس کے چچا اور ربانی، انہوں نے کبھی اسے ڈانٹا تک نہیں تھا اور یہ کیسا شخص تھا جو بات بھی ایسے کرتا تھا جیسے انگارے چبا رہا ہو اور یہ تھپڑ، اس کا بایاں گال بری طرح جلنے لگا تھا۔ اچانک فائرنگ کی آواز پر اس نے گھبرا کر سر اٹھایا۔ ڈر کے مارے اس کی جان

Scan & PDF FIAZ AHMED FriendsKorner.com

نکل رہی تھی لیکن پھر بھی وہ وہاں سے ہلی نہیں تھی داؤد کا خوف اس ڈر پر حاوی آگیا تھا۔ مسلسل فائرنگ کی آواز پر اس نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر چہرہ گھٹنوں میں چھپالیا کافی دیر گزر گئی تھی خاموشی بھی چھا گئی تھی بھاگتے قدموں کی آواز اس کے قریب آکر رک گئی تھی۔ تہذیب نے ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔

"جلدی اٹھو، ہمیں چلنا ہے۔" کہہ کر وہ رکا نہیں تھا چند قدموں پر اسے احساس ہوا کہ وہ اس کے ساتھ نہیں مڑتے ہی اس کی پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئی تھیں وہ جہاں تھی وہی بیٹھی تھی۔

"تمہیں سنائی نہیں دیا۔" وہ اس کے سر پر آکر گرجا تھا۔ تہذیب نے بڑی بے بسی سے سامنے کھڑے داؤد کو اور پھر اپنے پاؤں کو دیکھا تھا اور اس کی نظروں کے تعاقب میں اس کی نظر اس کے زخمی پاؤں پر پڑی تھی۔ وہ گہرا سانس لیتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گیا۔ اس کے قریب بیٹھتے ہی تہذیب نے آنکھیں زور سے بند کر لیں اور دوسرے تھپڑ کا انتظار کرنے لگی اور جب کافی دیر تک کوئی آواز نہ آئی تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ وہ اپنی جیب میں سے کچھ نکالنے میں مصروف تھا۔ اچانک اس نے تہذیب کا پاؤں پکڑ کر اپنے گھٹنے پر رکھ لیا۔ تہذیب درد بھول کر حیرت سے اس کا منہ دیکھنے لگی جو بہت غور سے زخمی حصے کو دیکھ رہا تھا۔ داؤد نے پاؤں کے اس حصے کو دبایا تھا جہاں سے خون نکل رہا تھا۔ تکلیف پر تہذیب نے بے ساختہ اپنا پاؤں کھینچا تھا۔ داؤد کی نظریں اس کے چہرے کی طرف اٹھیں جہاں رونے کا پروگرام صاف نظر آرہا تھا۔

"کانچ کا ٹکڑا پاؤں میں ہے، میں نکال رہا ہوں درد ہوگا آواز نہیں آنی چاہیے۔" اس نے ساتھ متنبہ بھی کردیا تھا۔

تہذیب نے اپنے دونوں ہاتھ سختی سے اپنے ہونٹوں پر رکھ لیے تھے۔ اس نے جھٹکے سے وہ ٹکڑا نکالا تھا۔ تکلیف کا ایک احساس تھا جو اس کے سارے جسم میں سرایت کر گیا تھا لیکن سامنے بیٹھے شخص کا ڈر اتنا حاوی تھا کہ اس کی آواز اندر ہی دب کر رہ گئی۔ ٹکڑا نکال کر داؤد نے اس کا چہرہ دیکھا جو دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھے آنکھیں زور سے میچے بیٹھی تھی اس کے ہونٹوں پر ایک پل کے لیے مسکراہٹ آئی تھی اس کے پیر پر رومال باندھ کر وہ کھڑا ہو گیا تھا۔ تہذیب نے کھڑے ہونے کی کوشش کی تھی لیکن زخمی پاؤں پر دباؤ پڑتے ہی درد کی لہر سارے وجود میں سرایت کر گئی۔ داؤد کو اپنی طرف دیکھتا پا کر اس کی گھبراہٹ میں اضافہ ہوا تھا۔

"میں سچ کہہ رہی ہوں میرے پاؤں میں بہت درد ہو رہا ہے۔ چلا بھی نہیں جارہا۔" اس کے روہانسے انداز پر داؤد نے غور سے اس کی شکل دیکھی۔ اس کے ماتھے پر زخم تھا جبکہ بائیں رخسار پر چار انگلیوں کے نشان کافی واضح تھے۔

"رونا بند کرو۔" تہذیب نے جلدی سے آنسو صاف کیے۔

"ہاتھ دو اپنا۔"

"جی!" تہذیب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"کم سنائی دیتا ہے، میں نے کہا ہاتھ دو۔"

اس کے زور سے بولنے پر اس نے بے ساختہ انداز میں اپنا ہاتھ اس کی چوڑی ہتھیلی پر رکھا تھا۔ داؤد نے اسے کھینچ کر کھڑا کیا تھا۔ ابھی وہ ٹھیک طرح سے کھڑی بھی نہیں ہو پائی تھی کہ داؤد نے اپنا دوسرا ہاتھ اس کے کندھے کے گرد پھیلا کر اسے اپنے ساتھ کر کے اپنے سہارے سے چلانا شروع کیا۔ یہ سب اتنا اچانک تھا کہ وہ حیرت کے مارے اس کا منہ دیکھنے لگی لیکن وہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ اپنے گرد پھیلے اس کے بازو کے لمس نے اس کے چہرے کو سرخ کر دیا تھا اس کا سر جھک گیا تھا۔

اس کے موبائل کی بیپ بجی تو اس نے تیزی سے اپنا موبائل نکالا اور اگلے ہی لمحے وہ اس کے گرد پھیلا اپنا دایاں ہاتھ بھی ہٹا چکا تھا اور وہ جو بالکل اس کے سہارے پر تھی توازن برقرار نہ رہنے پر نیچے جا گری اور وہ جو فون سن رہا تھا اس نے مڑ کر دیکھا اسے زمین پر بیٹھا دیکھ کر پہلے تو وہ حیران ہوا پھر سمجھ میں آنے پر اس

کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔ تہذیب اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اسے مسکراتا دیکھ کر اسے شدید ہتک کا احساس ہوا تھا۔ تہذیب نے غصے سے اپنے زخمی پاؤں کو دیکھا نہ وہ زخمی ہوتی نہ اس کا سہارا لینا پڑتا۔

"پتا نہیں میں کب یہاں سے نکلوں گی کب اس آدمی سے میری جان چھوٹے گی۔"

اس نے سوچنے کے ساتھ سامنے دیکھا تو دھک سے رہ گئی۔ وہ بڑے انہماک سے اس کا جائزہ لے رہا تھا اس کا درد کہیں ہوا ہو گیا اسے اچانک اپنے حلیے کا احساس ہوا تھا دوپٹہ بھی ندارد تھا اس نے اپنی ٹانگیں سمیٹ کر انہیں سینے سے لگا لیا اور اضطرابی انداز میں اپنے چہرے کے گرد پھیلے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا اور دوبارہ ڈرتے ڈرتے سامنے دیکھا وہ اب اپنی جیکٹ اتار رہا تھا۔ ڈر کے مارے اس کا رنگ بالکل سفید پڑ گیا تھا۔ پتا نہیں آج کے دن کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے کیا فیصلہ کیا تھا۔

وہ ایک مرد سے اپنی عزت بچا کر بھاگی تھی اور اب یہ دوسرا امتحان۔ اسے نہیں بھولنا چاہیے تھا وہ بھی ایک مرد ہے۔ داؤد کو اپنی طرف قدم بڑھاتا دیکھ کر اس نے بڑی لاچاری سے اپنے زخمی پاؤں کو دیکھا اور پھر اردگرد اپنے بچاؤ کے لیے کسی چیز کی تلاش کی۔ وہ اس کے بالکل قریب آکر رکا تھا تہذیب کی مٹھیاں بھینچ گئی تھیں۔

"یہ جیکٹ پہن لو۔"

داؤد نے جیکٹ اس کے قریب پھینکی تھی اس نے جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھا اس کے دیکھنے پر اس نے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔ تہذیب نے جلدی سے اس کی جیکٹ پہن لی تھی۔

"اب ذرا جلدی چلو۔" داؤد نے کہنے کے ساتھ اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا۔

میں خود چل سکتی ہوں۔" اس نے سر جھکا کر دھیمی آواز میں کہا داؤد نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا اور کندھے اچکا کر چل پڑا۔ اسے کھڑا ہونے کے لیے اپنی پوری ہمت صرف کرنا پڑی تھی لیکن وہ اب داؤد کا سہارا نہیں لینا چاہتی تھی۔ تین قدموں پر اس کی جان آدھی ہو گئی تھی۔ وہ درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔

"اگر تمہیں یہ جنگل بسیرا کرنے کے لیے اتنا ہی پسند آگیا ہے تو صاف بتا دو۔ ہمارا ٹائم کیوں ضائع کر رہی ہو۔"

"مجھ سے چلا نہیں جا رہا" کہتے ہوئے وہ رو پڑی تھی۔

"تو کیا کروں۔ اٹھا کر لے جاؤں تمہیں؟" داؤد کی بات پر وہ بوکھلا کر اسے دیکھنے لگی۔

"دیکھو، میں بڑی مشکل سے تمہارے نخرے برداشت کر رہا ہوں اب اگر مزید تم نے کوئی نخرا کیا تو تمہیں یہیں چھوڑ جاؤں گا۔" تب ہی اس کے موبائل پر بیل ہوئی تھی۔

"بولو" داؤد پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔

"کیا تکلیف ہے رو کیوں رہے ہو۔ اب آ بھی چکو کہ وہیں سونا ہے۔" جواباً حسن بھی اسی انداز میں بولا۔

"آرہا ہوں۔" داؤد نے موبائل آف کر کے جینز کی جیب میں گھسایا اور تہذیب کی طرف بڑھا اور اگلے ہی پل وہ اس کے بازوؤں میں تھی۔ اس نے سٹپٹا کر داؤد کی طرف دیکھا لیکن وہ سیدھا چلتا جا رہا تھا۔ اس کے ماتھے کی شکنوں کی وجہ سے اس کے الفاظ کہیں اندر ہی رہ گئے، مسلسل خاموشی پر داؤد نے سر جھکا کر اسے دیکھا جس نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ ساتھ ساتھ اس کا منہ بھی کھل گیا۔ داؤد نے اس کے تاثرات دیکھے لیکن انہیں نظر انداز کرتے ہوئے وہ گاڑی کے قریب آگیا۔

"اب تم آنکھیں کھول سکتی ہو۔" اس کی دھیمی آواز پر تہذیب نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔ داؤد نے اسے نیچے اتار دیا۔ تہذیب سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ نظریں جھکا گئی۔ اب کی بار داؤد نے غور سے اس کے جھکے چہرے کو دیکھا اور اسے نروس دیکھ کر اس نے اپنا رخ موڑ لیا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

"او ہیلو!" حسن نے اس کے سامنے ہاتھ لہرایا۔

"ہوں!" وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا "بڑی دیر کردی مہمان آتے آتے۔" حسن نے ایک نظر تہذیب کو دیکھنے کے بعد داؤد کو دیکھا۔

"اس کے پاؤں میں چوٹ لگ گئی تھی۔"

"او آئی سی لگتا ہے کافی گہری چوٹ آئی ہے۔" حسن نے سر سے پیر تک داؤد کو مسکراتی نظروں سے دیکھا۔

"میں اپنی نہیں اس کی بات کررہا ہوں۔" اب کے داؤد نے غصے سے اسے دیکھا۔

"بچی کہاں ہے؟" "بچی کو خاور کے ساتھ روانہ کردیا ہے جبکہ ان لوگوں کو بھی تھانے بھجوادیا ہے۔" ان کے جواب پر وہ سر ہلا کر گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ گاڑی میں بیٹھتے ہی حسن نے مڑ کر تہذیب کو دیکھا اور اگلے ہی پل اس کے چہرے پر سنجیدگی نمایاں تھی۔ اس نے بڑے غور سے تہذیب کا چہرہ دیکھا جہاں بائیں رخسار پر تھپڑ کے نشان بہت واضح تھے اور ماتھے پر بھی چوٹ کا نشان تھا اس نے بڑے افسوس سے داؤد کی طرف دیکھا جو نظریں چرا گیا تھا۔ ان کے بیٹھتے ہی کاشف نے کار اسٹارٹ کردی اور گاڑی کے چلتے ہی تہذیب نے سکون کا سانس لیا۔ گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ ڈرائیونگ سیٹ پر کاشف تھا' اس کے ساتھ حسن — اور اس سے کچھ فاصلے پر داؤد تھا۔ وہ چاروں ہی خاموش تھے۔ تہذیب نے گردن موڑ کر خود سے کچھ فاصلے پر بیٹھے داؤد کو دیکھا جو کچھ دیر پہلے اس سے بہت قریب تھا اور اب گردن موڑے انجان بھی لگ رہا تھا تب ہی حسن نے مڑ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

"آپ کا نام کیا ہے؟" تہذیب نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن وہ بڑی سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تہذیب۔" وہ دھیمی آواز میں بولی تھی۔

"نائس نیم اور آپ رہتی کہاں ہیں۔"

"لاہور۔"

"ہوں۔" وہ شاید آگے بھی کچھ پوچھنا چاہتا تھا جب داؤد بول پڑا۔

"اگر انٹرویو پورا ہوگیا ہو تو میں کچھ عرض کروں۔"

"بکو۔" حسن نے بڑے شاہانہ انداز میں کہا تھا۔

"اس وقت ہم لاہور نہیں جاسکتے۔ آفس جاکر ان لوگوں کے بیان بھی لینے ہیں تو پھر اس کا کیا کریں؟" وہ تہذیب کے بارے میں ایسے بات کررہا تھا جیسے وہ یہاں موجود ہی نہ ہو۔

"ظاہر سی بات ہے تہذیب ہمارے ساتھ ہیں تو ہماری ذمہ داری ہے ہمیں ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کرنا ہوگا۔"

داؤد نے گاڑی چلاتے کاشف کو دیکھا۔ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر کاشف جلدی سے بولا۔

"سر آپ جانتے ہیں میں اکیلا رہتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ وہ حسن سے کہتا وہ بھی بول پڑا۔

"ماما پاپا گھر پر نہیں تمہیں پتا ہے۔ میں بھی اکیلا ہوں ویسے مجھے کوئی پرابلم نہیں تم تہذیب سے پوچھ لو۔"

حسن کی بات پر تہذیب نے گھبرا کر داؤد کو دیکھا کہ پتا نہیں وہ کیا فیصلہ کردے۔

"آپ میرے ابو کو فون کردیں وہ مجھے لینے آجائیں گے۔" تہذیب نے ان کی مشکل آسان کردی تھی۔

داؤد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ گاڑی ایک بڑے سے گھر کے آگے رکی تھی۔ وہ تینوں — اتر آئے تھے حسن نے بیل بجائی تھی۔ کاشف نے اس کی طرف کا دروازہ کھولا لیکن وہ اپنی دائیں ٹانگ کو حرکت نہیں دے سکی تھی۔ گیٹ کھل چکا تھا اور ایک لڑکا باہر آیا تھا اور اس کے پیچھے ایک خاتون۔

"شکر ہے تم لوگ آگئے۔ رات ایک پل بھی میری آنکھ نہیں لگی۔ طرح طرح کے وہم ستاتے رہے کم از کم بندہ فون ہی کردیتا ہے۔" وہ خاتون حسن کو دیکھتے ہی شروع ہوگئیں حسن نے ہنس کر ان کے کندھے کے گرد ہاتھ رکھا تھا۔

"آنٹی آپ پریشان نہ ہوا کریں آپ جانتی ہیں یہ سب تو ہماری ڈیوٹی کا حصہ ہے۔"

"اچھا اب اندر چلو کہ باہر ہی کھڑے رہنا ہے۔"

حسن نے داؤد کی طرف دیکھا تھا اور داؤد نے کار کی طرف دانیال اور قمر دونوں نے ان کے تعاقب میں دیکھا اور تہذیب کو دیکھ وہ دونوں ہی حیران ہوئے تھے۔

"یہ!" قمر بیگم صرف اتنا ہی کہہ سکی تھیں۔

"مما اسے اندر لے جائیں۔ باقی باتیں بعد میں کرتے ہیں۔"

قمر بیگم باہر آگئی تھیں' انہوں نے تہذیب کو گاڑی سے نکالا اور سہارا دے کر اندر لائی تھیں۔

"دانیال! دیکھو اگر انکل ہاشمی گھر ہوں تو انہیں بلا لاؤ۔" داؤد کے کہنے پر دانیال اور قمر بیگم پریشانی سے اسے دیکھنے لگے۔

"داؤد! تمہیں چوٹ لگی ہے۔" قمر نے بڑی بے چینی سے اس کا جائزہ لیا۔

"میں ٹھیک ہوں مما! اس کے پاؤں میں چوٹ لگی ہے۔" قمر اسے دیکھنے لگیں جبکہ دانیال باہر نکل گیا۔ قمر بیگم اس کے قریب بیٹھ گئی تھیں اور اس کی چوٹوں کو دیکھنے لگیں۔

"یہ کیسے لگیں بیٹا؟" قمر کے سوال پر تہذیب نے سامنے بیٹھے داؤد کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مما! میں آپ کو بتادوں گا۔ کچھ ناشتے کا بندوبست کردیں۔" قمر نے ایک نظر داؤد کو دیکھا اور کھڑی ہوگئیں۔ کمرے میں اس وقت صرف وہ دونوں تھے کاشف تو کار لے کر چلا گیا تھا اور حسن بھی نظر نہیں آرہا تھا۔ تہذیب نے جھکا سر اٹھا کر دوبارہ داؤد کی طرف دیکھا جو آنکھیں بند کیے صوفے کی بیک سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے کیسے بلائے آخر کار پوری ہمت مجتمع کرکے اس نے اسے پکارا تھا۔

"سنیے۔" داؤد نے گردن سیدھی کرکے اسے دیکھا۔

"مجھے گھر فون کرنا ہے' وہ پریشان ہوں گے۔" داؤد گہرا سانس لے کر کھڑا ہوا اور کارڈلیس اس کی طرف بڑھایا اور خود باہر نکل گیا۔ نمبر ڈائل کرتے ہوئے اس کا ہاتھ بری طرح کانپ رہا تھا۔

دوسری طرف بیل کی آواز جارہی تھی اور پھر کشف کی آواز سنائی دی تھی۔ آنسوؤں کا اتنا غلبہ تھا کہ وہ کچھ بول ہی نہیں سکی۔ بڑی مشکل سے اس نے ہیلو بولا تھا۔

"تہذیب!" کشف چیخی تھی۔ "ابو امی دیکھیں تہذیب کا فون ہے۔"

کشف خوشی کے مارے چیخنے لگی تھی اصغر صاحب نے فون کشف کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"تہذیب! میری بچی! کہاں ہو تم؟ تم ٹھیک تو ہو؟"

"ابو!" وہ ان کی آواز سنتے ہی پھر بے چین ہوگئی تھی۔ اس کے آنسوؤں میں روانی آگئی تھی۔ کسی نے اس کے ہاتھ سے فون لے لیا تھا تہذیب نے نظریں اٹھا کر دیکھا داؤد اس کے سر پر کھڑا خشمگیں نظروں سے اسے گھور رہا تھا۔

"السلام علیکم۔ میں اسلام آباد سے ایس ایس پی داؤد احمد بات کررہا ہوں۔ آپ کی بیٹی تہذیب ہمارے پاس خیریت کے ساتھ موجود ہیں۔ ایک ایکسیڈنٹ کی وجہ سے انہیں کچھ چوٹیں آئی ہیں جس کی وجہ سے وہ فوراً ٹریول نہیں کرسکتیں۔"

دوسری طرف سے ابو نے کچھ کہا تھا کہ وہ خاموش ہوا تھا۔

"میں آپ کی پریشانی سمجھ سکتا ہوں لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ وہ اس وقت میری فیملی کے ساتھ ہیں۔ نو پرابلم۔ اٹس مائی جاب اوکے آپ ایڈریس نوٹ کرلیں۔"

ایڈریس لکھوا کر اس نے فون تہذیب کی طرف بڑھایا لیکن اس نے بات کیے بغیر فون آف کردیا تھا داؤد وہیں کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں نے تمہارے فادر کو ڈیٹیل Detail نہیں بتائی کیونکہ دور بیٹھے وہ زیادہ پریشان ہوں گے شام تک وہ یہاں پہنچ جائیں گے۔"

وہ کچھ نہیں بولی تھی اسی طرح سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اس نے ابھی تک اس کی جیکٹ پہن رکھی تھی جس میں اس کا نازک سا وجود بالکل چھپ گیا تھا۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friendskorner.com

چہرے پر جا بجا زخموں کے نشان تھے اور وہاں سے اس کی نظر ۔۔۔ پاؤں تک گئی۔ اس کا بایاں پاؤں بری طرح سوجا ہوا تھا اور اس کا باندھا ہوا رومال سرخ ہو چکا تھا۔ وہ مرد ہو کر تھک گیا تھا تو وہ نازک لڑکی تھی اور جس طرح وہ نڈھال بیٹھی تھی داؤد کو نہ جانے کیوں اسے یوں دیکھ کر تکلیف ہو رہی تھی اس سے پہلے وہ اسے کچھ کہتا دانیال ڈاکٹر ہاشمی کے ساتھ اندر داخل ہوا تھا اور اس کے پیچھے حسن۔

"ہاں بھئی جوان کسے چوٹ لگی ہے؟" ڈاکٹر ہاشمی نے اندر داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"انکل! یہ ہماری کزن ہے۔ اس کو چوٹیں آئی ہیں ۔" داؤد نے تہذیب کی طرف اشارہ کیا۔

"ہاں بھئی بیٹا کہاں چوٹ لگی ہے ۔" انہوں نے تہذیب کے قریب بیٹھتے ہوئے اس کا جائزہ لیا۔

"اوہ کافی چوٹیں آئی ہیں ۔" انہوں نے ماتھے کی چوٹ اور ۔۔۔ پاؤں کی چوٹ کا جائزہ لے کر کہا۔ انہوں نے اس کے پاؤں پر بندھا رومال کھول کر زخم کا جائزہ لیا۔

"زخم تو کافی گہرا لگتا ہے ۔" پھر انہوں نے دوبارہ ماتھے کی طرف دیکھا "یہاں سے شروع کرتے ہیں ۔" انہوں نے کاٹن پر لیکوڈ لگا کر زخم پر لگایا تو شدید جلن کا احساس اس کے ماتھے پر جاگا تھا اس کی آنکھوں میں مرچیں سی بھرنے لگیں۔ اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ہاشمی صاحب ہلکی پھلکی باتیں کر کے اس کا ذہن بٹانے کی کوشش کرنے لگے۔ قمر بیگم بھی چائے لے کر لاؤنج میں آ گئیں۔

"ہماری بیٹی تو بہت بہادر ہے ۔" اس کے پاؤں کی بینڈیج کرنے کے بعد انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر کہا تھا۔

"آپ کے پاؤں میں سوجن بہت زیادہ ہے اور زخم بھی تازہ ہے اس لیے کوشش کریں کہ پاؤں پر دباؤ نہ پڑے ۔"

انہیں انجکشن تیار کرتا دیکھ کر تہذیب کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں اس نے بے ساختہ انداز میں قریب کھڑی قمر بیگم کا بازو تھاما تھا۔

"مجھے انجکشن نہیں لینا۔" اس کے روہانسے انداز پر حسن اور دانیال کی ہنسی نکل گئی تھی جبکہ داؤد نے خشمگیں نظروں سے انہیں گھورا۔

"بیٹا یہ ضروری ہے۔ ورنہ انفیکشن کا خطرہ ہے ۔"

تہذیب نے نظر اٹھا کر باری باری سب کا چہرہ دیکھا۔ داؤد کی پہنی ہوئی جیکٹ کے بازو اتنے کھلے تھے کہ وہ آسانی سے اوپر ہو گئے تھے۔ صرف ایک پل کی چبھن کا احساس تھا اور پھر جیسے سب ٹھیک ہو گیا۔

"بس اتنی سی بات تھی" ڈاکٹر ہاشمی اسے یوں ٹریٹ کر رہے تھے جیسے وہ چھوٹی سی بچی ہو۔

"بھائی صاحب! ناشتہ کرتے جائیں۔"

"نہیں بھابھی! ہسپتال کا ٹائم ہو گیا ہے۔" وہ حسن اور داؤد سے ہاتھ ملا کر باہر نکل گئے۔

"آ جاؤ تم لوگ بھی ناشتا کر لو۔" اور انہیں بھوک تو واقعی لگی تھی۔ وہ دونوں ڈائننگ ٹیبل کی طرف آ گئے۔

"مما! اسے بھی ناشتے کا پوچھ لیں۔ اس نے بھی کچھ نہیں کھایا۔" داؤد نے کھاتے ہوئے سرسری انداز میں کہا تھا لیکن حسن نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"پہلے مجھے یہ بتاؤ یہ ہے کون؟" آخر انہوں نے وہ سوال پوچھ ہی لیا جو مسلسل دو گھنٹوں سے انہیں پریشان کر رہا تھا۔ حسن نے انہیں ساری بات بتائی تھی۔ قمر بیگم نے بڑے افسوس سے سر ہلایا۔

"بیچاری بچی شکر ہے جان بچ گئی ورنہ ایسے ذلیل لوگوں کا کیا بھروسا ہوتا ہے۔ اتنے گھٹیا لوگ تھے ورنہ اتنی پیاری بچی سے کوئی ایسا سلوک کرتا ہے۔ بے چاری کو کتنی چوٹیں لگی ہیں حتیٰ کہ اس کو تھپڑ بھی مارا ہے۔"

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے آنٹی' بڑا گھٹیا اور ذلیل انسان ہی ہو سکتا ہے جو اتنی نازک سی لڑکی پر ہاتھ اٹھائے۔" حسن نے بڑے مزے سے داؤد کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھا۔

"مما میں سونے جا رہا ہوں۔ آپ اسے کچھ کھلا دیجیے گا۔" وہ ایک دم کھڑا ہوا تھا۔

"آنٹی میں بھی جا رہا ہوں۔" حسن جلدی سے اٹھ کر اس کے پیچھے بھاگا ورنہ اس کا کوئی بھروسہ نہیں تھا۔ وہ اسے کمرے میں گھسنے نہ دیتا اور اسے گھر جانا پڑتا۔ وہ لاؤنج میں آئیں تو دانیال اس کے قریب بیٹھا باتیں کر رہا تھا۔ وہ مسکراتی ہوئی ان کے قریب آ گئیں۔ وہ جو ناشتے کے لیے چیزیں اس کے آگے رکھ کر گئی تھیں وہ یونہی رکھی تھیں۔

"بیٹا آپ نے کچھ کھایا نہیں ۔"

"آنٹی! مجھے بھوک نہیں ۔" اور واقعی اس کی بھوک جیسے مر گئی تھی۔

"نہیں بیٹا ایسے کیسے چلے گا تھوڑا سا تو کھاؤ۔ چلو شاباش۔" وہ خود اس کے قریب بیٹھ کر چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر اس کے منہ میں ڈالنے لگیں۔ ان کا انداز اتنا شفقت بھرا تھا کہ وہ آرام سے دو سلائس کھا گئی تھی۔

"تھوڑی دیر سو جاؤ۔" اس کی بند ہوتی آنکھوں کو دیکھ کر وہ بولیں تو اس نے سر ہلا دیا کیونکہ اسے واقعی نیند آ رہی تھی شاید انجکشن کا اثر تھا۔ وہ اسے سہارا دے کر ایک کمرے میں لے آئیں۔

"تم باتھ لینا چاہتی ہو؟" ان کے پوچھنے پر اس نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"تو کپڑے بدل لو میرے کپڑے تمہیں کھلے تو ہوں گے لیکن مجبوری ہے۔" ان کے کہنے پر وہ مسکرا دی تھی۔ اسے کپڑے پکڑا کر وہ باہر چلی گئی تھیں۔ جیکٹ اتار کر کتنی دیر تک وہ اسے دیکھتی رہی پھر آہستگی سے اسے بیڈ پر رکھ دیا اس نے نظریں گھما کر دیکھا تو اسے ایک اور دروازہ نظر آگیا جو یقیناً "واش روم" تھا۔ بیڈ پر لیٹتے ہی زخم پھر درد دینے لگے تھے کچھ دیر تو وہ بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی لیکن پھر نیند کی دیوی اس پر مہربان ہو ہی گئی تھی۔

وہ گہری نیند میں تھی لیکن کوئی ایسا احساس تھا جس نے اسے آنکھ کھولنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

کمرے میں اندھیرا پھیلا تھا۔ وہ نہ سمجھنے والے انداز میں سامنے دیوار کو دیکھنے لگی۔ دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے چونک کر دروازے کو دیکھا۔ تیسری دستک کے بعد دروازہ کھل گیا تھا اور قمر بیگم اندر داخل ہوئی تھیں۔

"اٹھ گئیں بیٹا!" وہ اس کے قریب آ کر بولیں تو وہ مسکرا دی۔

"آپ کے ابو آئے ہیں۔" اس نے ان کی طرف ایسے دیکھا جیسے یقین نہ آیا ہو۔ وہ تیزی سے بیڈ سے اترنے لگی تھی لیکن بایاں پاؤں زمین پر رکھتے ہی وہ کراہ کر وہیں بیٹھ گئی۔ قمر بیگم نے جلدی سے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے سے روکا۔

"تم بیٹھو۔ میں انہیں یہیں لے آتی ہوں۔" وہ کہہ کر باہر نکل گئی تھیں۔ وہ دونوں مٹھیاں بھینچے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی۔ اس نے سوچا وہ ان سے آرام سے بات کرے گی رو کر انہیں پریشان نہیں کرے گی اس کے برعکس اس کی آنکھیں بار بار بھر آ رہی تھیں۔ کچھ دیر بعد دروازہ کھلنے کی آواز آئی تھی اصغر صاحب اس کے قریب آ کر بیٹھ گئے تھے وہ یونہی سر جھکائے بیٹھی تھی۔

"تہذیب!" انہوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو اس کا صبر کا بندھ ٹوٹ گیا تھا۔ وہ ان کے گلے لگ کر روئی تھی۔ اتنا روئی تھی کہ وہ ضبط کے باوجود خود بھی رو پڑے تھے۔ قمر بیگم جو چائے کا پوچھنے آئی تھیں ان کو یوں روتا دیکھ کر وہیں رک گئیں لیکن کافی دیر تک جب وہ چپ نہ ہوئے تو انہیں آگے بڑھنا پڑا۔

"بس بیٹا چپ کر جاؤ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے اور آپ یوں روؤ گی تو آپ کے ابو بھی پریشان ہوں گے۔" وہ اس کا سر سہلاتے ہوئے بولیں تو اصغر صاحب نے اپنے آنسو صاف کر کے اس کا چہرہ صاف کیا۔ اس کا چہرہ صاف کرتے انہوں نے بغور اس کا چہرہ دیکھا تو ان کا دل کٹ کر رہ گیا۔ تہذیب نے چہرہ صاف کر کے اصغر صاحب کی طرف دیکھا تو نظر ان کے پیچھے کھڑے مانی سے ٹکرا گئیں۔ اسے دیکھ کر وہ مسکرا دی تھی۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

"یہ سب کیسے ہوا؟" اصغر صاحب کے سوال پر اس نے مانی پر سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھا۔

اور پھر جو ہوا تھا۔ اس نے سب انہیں بتا دیا تھا۔ وہ کوئی غیر تو نہیں تھے کہ ان سے کچھ چھپایا جاتا۔ ساری باتیں سن کر اصغر صاحب کا رنگ سفید پڑ گیا تھا۔ کتنی دیر یونہی سر جھکائے بیٹھے رہے۔

"تایا جی! چلیں!" مانی کی آواز پر ان تینوں نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ایس ایس پی صاحب سے ملاقات ہو سکتی ہے؟" اصغر صاحب نے قمر بیگم کو دیکھا۔

"وہ کچھ دیر پہلے پولیس اسٹیشن گیا ہے۔"

"اوہ!" اصغر صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔

"میں ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا تھا۔ شکریہ کا لفظ تو بہت چھوٹا ہے جو انہوں نے میری بیٹی کے لیے کیا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے آپ بہت خوش قسمت ہیں جو اتنے بہادر اور نیک بیٹے کی ماں ہیں۔" تہذیب نے چونک کر اپنے باپ کا چہرہ دیکھا اسے نہ جانے کیوں اپنے باپ کے لہجے میں بیٹے کی محرومی کا احساس ہوا تھا۔

"بھائی صاحب رات ہونے والی ہے اور تہذیب کو ڈاکٹر نے زیادہ چلنے سے منع کیا ہے۔ آج آپ یہیں رک جائیں میں داؤد کو بھی فون کر دیتی ہوں اس سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

"میں بہت معذرت چاہتا ہوں بہن! تہذیب کی ماں کی طبیعت کافی خراب ہے۔ اسے پہلے ہی وہم تھا پھر تہذیب کے نہ پہنچنے پر اس کی طبیعت کافی خراب ہو گئی ہے۔"

تہذیب نے پریشان ہو کر اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔ تہذیب خود بھی ماں کو دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ گھر میں داخل ہوا تو دانیال اور قمر بیگم ٹی وی دیکھ رہے تھے وہ سلام کرتا ہوا صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کی متلاشی نظروں نے اردگرد کا جائزہ لیا تھا "وہ کہاں ہے؟"

"اس کے فادر آئے تھے میں نے تمہارے موبائل پر فون بھی کیا تھا پر آف تھا۔ اس کی گمشدگی پر اس کی ماں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اس لیے وہ جلدی نکل گئے۔ تمہارا بہت شکریہ ادا کر رہے تھے۔"

کہنے کے بعد انہوں نے داؤد کا چہرہ دیکھا جو سر جھکائے زمین کو گھور رہا تھا۔

"داؤد!" ان کے پکارنے پر وہ چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا ہے کوئی پریشانی ہے؟"

"نہیں تو۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے بالوں کو سنوارا تھا۔

"پھر تم اس کے جانے کا سن کر پریشان کیوں ہو گئے ہو کہیں کیس کے سلسلے میں اس کی ضرورت تو نہیں تھی؟"

"نہیں اس کا بیان تو لے لیا تھا وہ بس۔ بس سوچ رہا تھا اس کی کنڈیشن ایسی تو نہیں تھی کہ وہ سفر کرتی۔" ٹی وی دیکھتے دانیال نے غور سے داؤد کی طرف دیکھا۔

"ہاں یہ تو ہے۔ پر میں کیا کہہ سکتی تھی پھر اس کو جانا تو تھا ہی۔" قمر بیگم کے کہنے پر وہ گہرا سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔

"کھانا لگاؤں؟"

"نہیں مجھے بھوک نہیں آپ کھالیں۔" وہ کہہ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ فائل ڈھونڈتے ہوئے اس کمرے میں آیا تھا جو گیسٹ روم کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ سائیڈ ٹیبل کی دراز بند کر کے وہ جو نہی مڑا اس کی نظر بیڈ کی سائیڈ پر رکھی اپنی جیکٹ پر پڑی وہ بے ساختہ اس کو اٹھانے کے لیے جھکا تھا۔ جیکٹ کو ہاتھ میں لیتے ہی ایک عجیب سے احساس نے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔ اسے لگا جیسے وہ اس کے بازوؤں کے حصار میں ہے اس نے مسکرا کر آنکھیں بند کر لیں اور وہ چہرہ اس کے سامنے تھا بالکل واضح حالانکہ اس کو یقین تھا اس نے اسے

اتنے دھیان سے نہیں دیکھا لیکن وہ پوری خوب صورتی کے ساتھ اس کے تصور کے جہاں میں آباد تھی۔ اس نے آنکھیں کھول کر دوبارہ جیکٹ کو دیکھا جیکٹ کو تہہ کرتے وقت اسے آواز سنائی دی تھی اور اس نے الجھ کر جیکٹ کو دیکھا اور ہاتھ جیب میں ڈالا اگلے ہی پل اس کی ہتھیلی پر ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کے ٹکڑے تھے۔ وہ مسکرا کر انہیں دیکھتا رہا اور کسی متاع کی طرح اسے دوبارہ کوٹ کی جیب میں رکھ دیا۔ آہٹ پر اس نے دروازے کی طرف دیکھا جہاں قمر بیگم کھڑی تھیں۔

"تم یہاں ہو، میں تمہیں تمہارے کمرے میں ڈھونڈ رہی تھی۔"

"خیریت؟" وہ جیکٹ دائیں بازو پر ڈال کر بولا۔

"ہاں خیریت ہی ہے وہ میجر حامد کا فون آیا تھا انہوں نے واضح بات تو نہیں کی لیکن میرا خیال ہے وہ جواب مانگ رہے ہیں تاکہ کوئی رسم کر سکیں۔"

اور داؤد کی کچھ دیر پہلے محسوس کی جانے والی کیفیت ہوا ہو گئی تھی۔

"تو پھر بیٹا کیا جواب دوں انہیں۔"

"مما آپ انہیں منع کر دیں۔"

"کیوں؟" وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگیں۔

"پتا نہیں۔" وہ اکتا کر بولا۔

"یہ تو کوئی وجہ نہیں۔"

"مما ابھی رہنے دیں مجھے ابھی بہت ضروری کام سے جانا ہے۔"

"اچھا رکو تو یہ جیکٹ تو دیتے جاؤ۔ دھلوا کر رکھ دوں گی۔"

"نہیں۔" وہ جلدی سے بولا "ایسے ہی ٹھیک ہے۔" اس کے نظریں چرانے پر وہ حیران ہو کر اسے جاتا دیکھنے لگیں اس کے جانے کے بعد انہوں نے جیکٹ کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پھر کچھ خیال آنے پر جیب میں ہاتھ ڈالا تو اندر سے کانچ کے ٹکڑے نکلے تھے۔ کتنی دیر تک وہ حیرت سے ان ٹکڑوں کو اور کوٹ کو دیکھتی رہیں اور آخر میں ان کے چہرے پر جو مسکراہٹ آئی تھی وہ بہت خوب صورت اور معنی خیز تھی۔

☼ ☼ ☼

اس کی لائف سیدھی سادی تھی۔ کسی لڑکی کا اس سے جڑے کسی خیال کا کوئی گزر نہ تھا۔ پیار محبت کا تو وہ سرے سے قائل نہیں تھا۔

ابھی کچھ دن پہلے ہی تو مما نے اسے نورین سے ملوایا تھا اچھی تھی اور تقریباً ویسی جیسی اسے چاہیے تھی۔ ایجوکیٹڈ، میچور، کانفیڈنٹ لیکن وہ کانفیڈنٹ ہونے کے ساتھ ساتھ بولڈ بھی بہت زیادہ تھی۔ نہ بہت جھینپو نہ ڈرپوک نہ بات بات پر رونے والی ایسی لڑکیاں اسے بالکل پسند نہ تھیں۔ جبکہ تہذیب میں یہ ساری باتیں موجود تھیں۔ وہ شرمیلی بھی تھی۔ ڈرپوک بھی تھی۔ رونے کی تو شوقین بھی بہت تھی اور کم عمر بھی تھی پھر ایسا کیوں ہوا کہ وہ اسے اچھی لگنے لگی بلکہ وہ جو اس کے لیے محسوس کر رہا تھا وہ احساس پسندیدگی سے کچھ بڑھ کر تھا۔ دروازہ دھڑ سے کھلا تھا اور اس نے آنکھیں کھول کر دروازے کی طرف دیکھا جہاں حسن کھڑا تھا اسے دیکھ کر وہ تیزی سے اندر داخل ہوا اور اس کے سامنے کاؤچ پر بیٹھ گیا۔

"یہ اندھیرے کمرے میں بجھے ہوئے چراغ کی طرح کیوں پڑے ہو۔" داؤد نے غصے سے اسے گھورا۔

"کیوں میں اکیلا نہیں بیٹھ سکتا۔"

"اکیلے بیٹھ کر کسے یاد کیا جا رہا ہے۔"

"تمہیں۔" داؤد نے جان چھڑانے والے انداز میں کہا۔

"اوہ میں بھی کہوں تم سے ملنے کے لیے دل کیوں اتنا بے قرار ہو رہا ہے۔"

"کام کی بات کرو۔"

"تم نے شادی کے لیے منع کیوں کیا؟"

"کیونکہ میں ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔"

"شادی ہی نہیں کرنا چاہتے یا نورین سے نہیں کرنا چاہتے؟" اب کے داؤد نے آنکھیں کھول کر اسے

دیکھا جو محظوظ سی ـــــ مسکراہٹ چہرے پر لیے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا اس کی وجہ تہذیب ہے؟" حسن کی بات سن کر داؤد اچھل پڑا تھا اور اس کے چہرے پر آنے والے تاثرات پر حسن بھی حیران رہ گیا تھا۔ اس نے تو ایسے ہی تکا لگایا تھا۔

"تم!" حسن کی تم میں حیرت ہی حیرت تھی۔ "یہ کب ہوا کیسے ہوا اور مجھے کیوں پتا نہیں چلا؟" اور حسن کے سوالوں کے جواب تو خود اس کے پاس بھی نہیں تھے۔

"پتا نہیں۔" وہ دھیمی آواز میں بولا۔

"لیکن یار تہذیب تو بہت ڈفرنٹ ہے، جس طرح کی لڑکی تمہیں پسند تھی تو پھر یہ ـــــ" حسن رک کر اس کا چہرہ دیکھنے لگا اور پھر اسے خاموش دیکھ کر مسکرا دیا۔

"بڑے صحیح کہتے ہیں دل آئے گدھی پر تو حور کیا چیز ہے۔"

"شٹ اپ حسن!" تہذیب کو گدھی کہنے پر داؤد نے اسے غصے سے گھورا تھا۔

"اوہ تو یہ بات ہے۔" حسن نے ابرو اچکا کر اسے دیکھا۔

"تو مجھے محترمہ تہذیب بھابھی کی شان میں گستاخی نہیں کرنی چاہیے۔" اب کی بار داؤد مسکرا دیا تھا۔

"واقعی تمہارے حسن سلوک کا بہترین نمونہ اس کے دائیں گال پر میں دیکھ چکا ہوں۔" حسن نے جیسے اس کی کیفیت سے حظ اٹھایا۔

"فکر نہ کرو یار! اگر نہ مانی تو اسے اٹھا کر لے آئیں گے۔ آخر پولیس میں ہونے کا کچھ تو فائدہ ہو۔" حسن کے کہنے پر اس کی ہنسی نکل گئی تھی۔

دستک کے بعد دروازہ کھلا تھا اور قمر بیگم کے ساتھ دانیال اندر داخل ہوا تھا۔

"مبارک ہو آنٹی! آپ کا شک بالکل صحیح تھا۔" قمر بیگم بے تحاشا خوش ہو گئی تھیں۔ انہوں نے داؤد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے پیار کیا تھا۔

"پگلے مجھے تو بتانا تھا۔ خیر ابھی بھی دیر نہیں ہوئی میں تہذیب کے گھر والوں سے بات کرتی ہوں۔ میرے بیٹے کا گھر جتنی جلدی آباد ہو جائے اتنا ہی اچھا ہے۔"

"آپ کے پاس تہذیب کا نمبر ہے؟" حسن نے پوچھا۔

"ہاں جاتے ہوئے میں نے اس سے نمبر لے لیا تھا۔" حسن نے بے ساختہ انہیں داد دی تھی۔

قمر بیگم تہذیب کے گھر کا نمبر ملا رہی تھیں۔ دانیال اور حسن ان کے اردگرد بیٹھ گئے تھے جبکہ وہ ان سے کچھ فاصلے پر بے نیاز ظاہر کرتے ہوئے ٹی وی دیکھ رہا تھا لیکن اس کے سارے احساسات فون پہ ہونے والی گفتگو کی طرف تھے۔ فون تہذیب کی بہن نے اٹھایا تھا۔ سلام دعا کے بعد قمر بیگم نے تہذیب کو بلانے کو کہا تھا۔ داؤد کو نہ جانے کیوں اپنی دھڑکن تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ وہ ایک میچور آدمی تھا نو عمر لڑکا نہیں تھا لیکن دل کی حرکتیں نو عمر لڑکیوں جیسی تھیں۔ حسن نے اسپیکر آن کر دیا تھا اور کچھ دیر بعد اس نے تہذیب کی ہیلو سنی تھی وہ پہلی بار تہذیب کی آواز فون پر سن رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس نے اسے پہچان لیا تھا۔

"کیسی ہو بیٹا! میں داؤد کی مما بات کر رہی ہوں۔"

"میں ٹھیک ہوں آنٹی! آپ کیسی ہیں۔"

"ٹھیک ہیں ہم سب تمہیں بہت یاد کرتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے انہوں نے داؤد کی طرف دیکھا۔

"میں بھی آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔" داؤد کو لگا جیسے وہ رو پڑی ہے۔ اس نے نظریں گھما کر قمر بیگم کی طرف دیکھا۔

"تو پھر ملنے آ جاؤ۔" قمر بیگم کے کہنے پر دوسری طرف خاموشی چھا گئی تھی۔ اس کی خاموشی پر قمر بیگم نے بات بدل دی۔

"تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ زخم ٹھیک ہوئے؟"

"جی۔" بڑا مختصر سا جواب آیا تھا۔

"گھر میں سب ٹھیک ہیں آنٹی؟" کچھ دیر بعد اس کی جھجکتی ـــــ ہوئی آواز پر حسن نے اس پر کشن کھینچ کر مارا تھا۔

"دانیال کے بارے میں پوچھ رہی ہو یا داؤد کے بارے میں؟" قمر بیگم کے سوال پر داؤد کے حواس الرٹ ہو گئے تھے۔

"کس کا فون ہے تہذیب؟" اس سے پہلے وہ کوئی جواب دیتی مردانہ آواز سنائی دی تھی "ابو اسلام آباد سے آنٹی کا فون ہے۔"

"اچھا مجھے فون دو۔ مجھے ضروری بات کرنی ہے۔" ان کی آواز بہت واضح ان چاروں کو سنائی دے رہی تھی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام کیسے ہیں بھائی صاحب۔"

"الحمد اللہ میں آپ لوگوں کو ہی فون کرنے والا تھا۔"

"خیریت تھی؟" قمر بیگم پریشانی سے بولیں۔

"جی خیریت ہے بلکہ خوشی کی بات ہے تہذیب کی شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی ہے۔ آپ کو کارڈ تو بھیجیں گے لیکن میں خود پرسنلی آپ کو انوائٹ کرنا چاہتا تھا۔" داؤد کو لگا اس کے کان کے پاس دھماکا ہوا ہے۔ اتنا شدید کہ اچانک اردگرد ہر طرف سناٹا چھا گیا تھا۔ ان تینوں نے ایک ساتھ داؤد کی طرف دیکھا تھا۔

"تہذیب کی شادی!" وہ بمشکل اتنا کہہ سکی تھیں۔

"جی میرے بھتیجے عمران سے منگنی کو تو کافی سال گزر چکے ہیں۔ آپ سب ضرور آئیے گا اور داؤد صاحب کو بھی لائیے گا۔"

"جی!" قمر بیگم نے بمشکل دو تین جملے بولے اور فون رکھ دیا۔ وہ سب خاموشی سے داؤد کو دیکھنے لگے۔ وہ اتنا کمزور نہیں تھا کہ یوں بکھر جاتا خود کو کمپوز کرنے میں اسے کچھ وقت لگا تھا لیکن اس نے خود کو کمپوز کر لیا تھا۔ اس نے نظریں گھما کر انہیں دیکھا۔

"کیا ہوا، آپ لوگ خاموش کیوں ہو گئے ہیں۔" اس کے پوچھنے پر بھی وہ تینوں یونہی خاموش رہے تو وہ دونوں جیبوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا ہو گیا۔

"جو ہم سوچ رہے ہیں ضروری تو نہیں کہ دوسرا بھی ویسا سوچے اور دنیا صرف تہذیب پر ہی ختم نہیں ہو جاتی۔" پتا نہیں اس نے ان کو تسلی دی تھی یا خود۔

"اب ایسے اداس ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"داؤد!" وہ پلٹنے لگا تھا جب قمر بیگم کی آواز پر رک گیا۔

"تمہیں افسوس نہیں ہوا؟"

"اگر ہوا بھی تو کیا ہو سکتا ہے مما!" کہہ کر وہ باہر نکل گیا تھا جبکہ وہ تینوں ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے۔

☼ ☼ ☼

اسے گھر آئے ایک ماہ ہو چلا تھا اور اس دوران اس نے محسوس کیا۔ زندگی تو اب شروع ہوئی ہے۔ اب تک وہ جو گزارتی آئی ہے وہ تو ایک خواب تھا سہانا خواب زندگی کیا ہوتی ہے۔ اپنی پوری حقیقت اور تلخیوں کے ساتھ اس ایک ماہ میں سامنے آئی تھی۔ بظاہر سب ٹھیک تھا۔ کسی کو پتا نہیں تھا اس کے ساتھ کیا ہوا۔ سوائے گھر والوں کے۔ لیکن کبھی کبھی اپنے غیروں سے بھی بڑھ کر برے ہو جاتے ہیں۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ اس کی صاف گوئی اس کے لیے اتنی مصیبت بن جائے گی تو وہ کبھی مانی کو بھی اس راز میں شریک نہ کرتی۔ اس نے تو اپنا سمجھ کر کچھ نہیں چھپایا تھا اسے مانی پر یقین تھا وہ اس کا بچپن کا ساتھی تھا، وہ تو اسے سمجھتا تھا۔ اس نے تو کچھ نہیں کہا تھا لیکن چچی آ کر جس طرح زبان کے تیر چلا کر جاتی تھیں وہ کتنے دن تک نڈھال رہتی تھی۔

چچی کا جو رویہ اس کے ساتھ تھا وہ اسے اندر ہی اندر سہما جاتا تھا۔ اب جب کہ شادی کی ڈیٹ بھی فکس ہو گئی تھی، کوئی خوشی اس کے دل کے اندر نہیں جاگی تھی۔ عجیب سی پریشانی گھبراہٹ ہر وقت اسے اپنی لپیٹ میں لیے رکھتی تھی۔ اسکول کی جاب اس نے چھوڑ دی تھی لوگوں سے ملنا اس نے بند کر دیا تھا۔ وہ جو ہر وقت چہکتی پھرتی تھی اس کی ہنسی کہیں کھو سی گئی تھی۔ اگر وہ کسی جگہ پر بیٹھتی تھی تو گھنٹوں وہیں ساکت بیٹھی رہتی۔ زبیدہ بیگم جو اس کی شرارتوں سے نالاں

Scan & PDF EIAZ AHMED Friends Korner.com

رہتی تھیں اب اسے دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی تھیں۔ وہ اس کی ایک کھلکھلاتی ہنسی سننے کے لیے ترس گئی تھیں۔

"امی! یہ چائے۔" کشف کی آواز پر انہوں نے چونک کر سر اٹھایا۔

"کیا سوچ رہی ہیں امی؟" کشف نے غور سے ان کا چہرہ دیکھا جو کافی پریشان لگ رہی تھیں۔

"میں تہذیب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ جب سے واپس آئی ہے، بہت چپ چاپ رہنے لگی ہے۔ پتا نہیں سارا دن کیا سوچتی رہتی ہے۔ میں اسے یوں گم صم دیکھتی ہوں تو بہت پریشانی ہوتی ہے۔" بات کرتے کرتے ان کی آواز بھرا گئی۔

"امی آپ یوں پریشان ہوں گی تو تہذیب کو حوصلہ کون دے گا۔ آپ کو پتا ہے وہ کیسے حالات سے گزر کر آئی ہے۔ ابھی ڈری ہوئی ہے۔ اس وقت کو ان باتوں کو بھلانے میں اسے کچھ وقت تو لگے گا۔ پھر کچھ دنوں تک اس کی شادی ہے سب ٹھیک ہو جائے گا۔" کشف نے تسلی دینے والے انداز میں ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہی تو پریشانی والی بات ہے۔ کچھ دنوں تک اس کی شادی ہے لیکن کوئی خوشی، کوئی رونق اس کے چہرے پر نہیں۔ مرجھا کر رہ گئی ہے۔ سعدیہ کا تو تمہیں پتا ہے اتنی فضول باتیں کرتی ہے میں صرف غصے سے کھول کر رہ جاتی ہوں۔ اسے کچھ کہہ بھی نہیں سکتی۔ اس حادثے میں میری بچی کا کیا قصور ہے۔ حالات کی چکی میں بھی تو وہی پس رہی ہے تمہارے باپ کو منع بھی کیا تھا۔ اتنی جلدی شادی کی ڈیٹ فکس نہ کریں۔ ابھی بچی اس حادثے سے سنبھلی نہیں، لیکن نہیں، میری آج تک انہوں نے سنی ہے جو اب سنیں گے پہلے بھی میں نے اتنا منع کیا تہذیب کو نہ بھیجیں لیکن تب بھی میری نہیں مانی۔ بھگت رہے ہیں۔ اب بھی اپنی من مانی۔"

"امی! آپ پریشان نہ ہوں سب ٹھیک ہو جائے گا۔" وہ اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ کہتی فون کی بیل پر کھڑی ہو گئی۔

"کس کا فون تھا؟" زبیدہ نے کشف کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

"پتا نہیں کوئی بولتا ہی نہیں آج کل مس کالز بہت آرہی ہیں۔" اس نے کہہ کر اپنا چائے کا مگ اٹھالیا۔

"پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔" زبیدہ بیگم خود کلامی کے انداز میں بولیں۔

"کشف داؤد کو فون کر کے بتاؤ کہ یوں مس کالز آرہی ہیں۔"

"امی! یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں کہ ان کو تکلیف دی جائے۔ رانگ کالز آجاتی ہیں۔"

"لیکن میرا دل گھبرا رہا ہے۔ چار دن بعد گھر میں شادی ہے میں نہیں چاہتی مزید کچھ برا ہو تم فون کرو۔"

"اچھا!" وہ فون کی طرف بڑھ گئی دوسری بیل پر فون اٹھالیا گیا تھا۔

"ایس ایس پی داؤد اسپیکنگ۔"

"السلام علیکم میں کشف بات کر رہی ہوں۔ تہذیب کی سسٹر۔"

"جی کیسی ہیں آپ سب خیریت ہے؟"

"جی سب ٹھیک ہے وہ بس ایک چھوٹی سی پرابلم تھی ہمارے گھر کئی دنوں سے مس کالز آرہی ہیں فون اٹھاؤ تو کوئی بولتا نہیں۔ ہم نے تو نوٹس نہیں لیا لیکن امی پریشان ہو گئی ہیں انہوں نے کہا کہ آپ کو بتا دوں۔"

"ہوں!" کچھ دیر بعد اس نے ہنکارا بھرا تھا۔

"نمبر کیا ہے؟"

"نمبر ہر بار مختلف ہوتا ہے۔"

"ٹھیک ہے پھر بھی آپ مجھے نوٹ کروا دیں۔" کشف ID سے دیکھ کر لکھواتی جا رہی تھی۔

"ویسے پرابلم والی تو کوئی بات نہیں۔"

"نہیں، آپ پریشان نہ ہوں۔" داؤد کی تسلی پر وہ مسکرا دی۔

"بہت بہت شکریہ دراصل چار دن بعد تہذیب کی شادی ہے تو ہم چاہتے ہیں خوش اسلوبی سے سب کام ہو جائے۔ ویسے آپ کو شادی کا کارڈ مل گیا۔"

"جی!" کافی دیر بعد وہ بولا تھا۔

"تو آپ آرہے ہیں نا۔"

"اگر ضروری کام نہ ہوا تو شاید او کے کشف! انفارم کرنے کا شکریہ۔ میں انوسٹی گیٹ کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور آپ بھی محتاط رہیں اور اگر کچھ ایسی ویسی بات ہوتی ہے تو میرا موبائل نمبر ہے نا آپ کے پاس۔ مجھے فوراً انفارم کر دیں اللہ حافظ۔"

فون رکھ کر اس نے کرسی کی بیک سے ٹیک لگالی۔

"کس کا فون تھا؟" حسن کے پوچھنے پر وہ سیدھا ہو گیا۔

"تہذیب کی بہن کا۔"

"او تو سالی صاحبہ کا فون تھا۔" حسن کے مذاق پر اس نے سلگتی نظروں سے اسے دیکھا تو حسن کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔

"اس بابر کا کچھ پتا چلا؟"

"ہاں اطلاع ملی ہے کہ وہ آج کل لاہور میں ہے۔" داؤد نے چونک کر حسن کو دیکھا۔

"اس کے ٹھکانے کا پتا لگاؤ ہمیں اسے ہر حال میں گرفتار کرنا ہے۔" حسن نے ایک نظر اس کے سخت چہرے کو دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

"ہیلو کیا ہو رہا ہے۔" عمران نے تہذیب کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ لہرایا تو وہ چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

"ہیلو!" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"تم کب آئے؟" "تب ہی جب تم کسی کی یادوں میں گم تھیں اس کے طنز میں ڈوبی آواز پر تہذیب نے اس کی شکل دیکھی جو کھوجتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مانی! اس طرح کی بات سے کیا مطلب ہے تمہارا؟" تہذیب کی پیشانی پر نہ چاہتے ہوئے بھی کئی شکنیں نمودار ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب ہو سکتا ہے۔ میں نے سیدھی سی بات کی ہے۔ اب تمہیں کیا لگا میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" عمران نے کندھے اچکا کر سامنے دیکھنا شروع کر دیا۔ تہذیب نے بڑے دکھ سے اسے دیکھا اور پھر آنکھیں بند کر کے خود کو کمپوز کیا۔

"تم اتنے دن سے آ نہیں رہے تھے۔"

"کیوں تم مجھے مس کر رہی تھیں۔"

"ہاں!"

"اچھا حیرت ہے۔"

"مانی! تم ایسی باتیں کیوں کر رہے ہو؟" اب کے وہ رو پڑی تھی۔

"تو اور کیسی باتیں کروں چار دن بعد ہماری شادی ہے اور تم پر سوگ کی کیفیت طاری ہے۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے امی صحیح کہتی ہیں کہ تم بھی اس لڑکے کو۔۔۔" بات کرتے کرتے اچانک وہ چپ کر گیا تھا لیکن جو تیر وہ چھوڑ چکا تھا وہ اپنا کام کر چکا تھا۔ کچھ دیر تک تو وہ بول ہی نہیں سکی۔

"مانی!" بڑی دیر بعد اس کے منہ سے نکلا تھا "تم بھی ایسا سوچ سکتے ہو میں نے کبھی ایسا سوچا نہیں تھا۔ میں کتنی دفعہ تمہیں یقین دلاؤں میں کسی کو نہیں جانتی۔ مجھے کیوں بس سے اتارا میں نہیں جانتی میں تو ان لوگوں کے ساتھ بھی نہیں رہی۔ مجھے فوراً پولیس آفیسرز مل گئے تھے۔"

"وہ بھی تو مرد تھے اور تم ان کے ساتھ جنگل میں رہیں پھر ان کے گھر میں ٹھہریں۔" اس کی بات پوری ہونے سے پہلے بول پڑا۔ "وہ مجھے صرف اپنے ساتھ گھر لے کر گئے کیونکہ میں زخمی تھی تم نے دیکھا بھی تھا یہ تو ان کا احسان ہے کہ وہ مجھے تھانے نہیں لے کر گئے اور یہ بھی ان کا احسان ہے کہ باعزت میں تمہارے سامنے ہوں۔" اب وہ بری طرح رو پڑی تھی

"میں تھک گئی ہوں مانی صفائی دیتے دیتے کم از کم تم تو مجھ پر شک نہ کرو۔" وہ شروع سے کانوں کا کچا تھا اور وہ جانتی تھی ابھی بھی وہ کس کی زبان بول رہا تھا۔ تہذیب نے آنکھیں صاف کر کے اسے دیکھا "اب جب مجھے

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

سب سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے تو تم بدل رہے ہو تو اس سے پیشتر کہ نکاح کے بندھن میں بندھ کر ہم دونوں مجبور ہو جائیں بہتر ہے اس تعلق کو ختم کر دیں۔"

دل کڑا کر اس نے وہ بات کہہ ہی دی تھی جسے وہ سوچتی بھی نہیں تھی۔ عمران نے حیرت سے اس کا چہرہ دیکھا۔ اس کے روئے روئے چہرے کو دیکھ کر اسے اپنے سخت رویے کا احساس ہوا "آئی ایم سوری تہذیب میں آج کل خود بہت کشمکش میں ہوں۔ میں تمہیں ہرٹ کرنا نہیں چاہتا لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ایک ان چاہا دن جو تم باہر گزار کر آئی ہو مجھے چین نہیں لینے نہیں دیتا خیر میں صرف یہ کہنے آیا ہوں کل ہمیں شاپنگ کے لیے جانا ہے امی بھی ساتھ ہوں گی اگر وہ کوئی سخت بات کہیں تو دل پر مت لینا اور مجھ سے بھی امید مت رکھنا کہ میں انہیں روکوں گا میں جانتا ہوں تمہارا قصور نہیں لیکن اب خود کو امی کی باتیں سننے کا عادی بنا لو۔ میں نے انہیں شادی کے لیے راضی تو کر لیا ہے لیکن وہ دل سے خوش نہیں۔ چلتا ہوں کل ملاقات ہو گی۔" اس نے ایک نظر اس کے جھکے سر کو دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے رکا لیکن اگلے ہی پل وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر نکل گیا۔

* * *

"تہذیب!" کشف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے متوجہ کیا۔

"ہوں۔" اس نے چونک کر سر اٹھایا۔ "ایسے کیوں بیٹھی ہو۔" کشف خود بھی اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"بس ایسے ہی۔"

"امی کہاں ہیں۔"

"اندر ہیں۔"

"اور ابو؟" "وہ لائٹنگ والے کو بلانے گئے ہیں۔"

"لائٹنگ سے دل کا اندھیرا دور ہو جائے گا۔" کشف نے پریشانی سے تہذیب کو دیکھا۔

"وہ بھی اب مجھ پر شک کرنے لگا ہے۔ جس طرح چچی مجھ پر الزام لگا کر گئی تھیں' وہ بھی اب اسی طرح بولنے لگا ہے۔ اس کا کہنا ہے' وہ مجھ سے شادی تو کر رہا ہے لیکن چچی کی زبان وہ نہیں روک سکتا کیونکہ وہ خوش نہیں۔ خوش تو وہ پہلے بھی نہیں تھیں اب تو انہیں موقع مل رہا ہے۔" کشف نے پریشانی سے تہذیب کا سنجیدہ چہرہ دیکھا۔

"تم خوامخواہ پریشان ہو رہی ہو۔ مانی تمہارے ساتھ ہے۔ اسی لیے تو شادی کر رہا ہے۔ ابھی ذرا چچی کی باتوں میں آگیا ہے۔ تم تو اسے بچپن سے جانتی ہو۔ وہ ایسا ہی ہے تمہارے سامنے تمہارا چچی کے سامنے ان کا۔ شادی ہو جائے پھر دیکھنا بالکل پہلے کی طرح ہو جائے گا۔"

کشف نے مسکرا کر اس کی ٹینشن کم کرنے کی کوشش کی۔

"بچپن سے جانتی ہوں اسی لیے تو دکھ ہو رہا ہے۔" کشف نے اس کی کافی مدھم آواز سنی تھی۔

"چھوڑو بھی۔ تم بس خوش رہو۔ آج دوپہر کو تمہاری آنٹی کا فون آیا تھا۔" "تم نے مجھے بلایا کیوں نہیں۔" وہ بے تابی سے بولی۔

"تم سو رہی تھیں۔ میں نے کہا جگا دیتی ہوں تو انہوں نے منع کر دیا۔ ویسے وہ شادی پر آ رہی ہیں دانیال بھی تھا۔"

"اچھا۔" وہ مسکرا دی پھر کچھ سوچ کر اس نے کشف کی طرف دیکھا۔

"اور کوئی نہیں تھا؟" تہذیب کے سوال پر کشف نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"اور کسے ہونا چاہیے تھا۔" کشف کے سنجیدہ انداز پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا ایک بار پھر اپنا چہرہ گھٹنوں پر ٹکا دیا۔

"آج میں نے داؤد بھائی کو فون کیا تھا۔" تہذیب نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔

"کیوں؟"

"کچھ مس کالز آ رہی تھیں۔ امی نے کہا انہیں بتا دوں۔"

"انہوں نے کیا کہا؟" کشف غور سے اس کا چہرہ دیکھ رہی تھی جس کا ایک ایک نقش اس کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین لگا تھا۔

"کچھ خاص نہیں۔"

"انہوں نے کچھ پوچھا؟"

"کیا؟"

"میرے بارے میں۔" کشف کی خاموشی پر تہذیب نے اس کا چہرہ دیکھا وہ بہت غور سے اسے دیکھ رہی تھی اس نے غور ہی نہیں کیا۔ وہ کیا بول رہی ہے اپنی ہی دھن میں تھی۔

"انہوں نے میرا انہیں پوچھا ہو گا اور کیوں پوچھیں گے۔ میں کون ہوں ان کی۔ میں صرف ایک وٹنس ہوں۔ گواہ تھی انہیں تو میرا ایک دن کا ساتھ پسند نہیں تھا تو عمر بھر کا ہم سفر۔" کشف نے بے اختیار اس کے کندھے کو ہلایا تھا۔ تہذیب ایک دم چونکی اور پھر خاموش ہو گئی لیکن ادھوری بات نے کشف کے اندر ہلچل مچا دی تھی۔ کشف نے سختی سے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی طرف کیا۔

"مجھے ایسا کیوں لگتا ہے تہذیب مانی کے رویے کے علاوہ اس حادثے سے بڑھ کر کوئی بات ہے جو تمہیں پریشان کر رہی ہے۔ دیکھو مجھ سے جھوٹ مت بولنا کیونکہ کچھ کچھ تو مجھے اندازہ ہو رہا ہے۔"

اسے بولتا دیکھ کر کشف نے اسے ٹوک دیا۔

اور جب وہ بولی تو اس کا لہجہ ہارا ہوا تھا۔

"پتا نہیں کشف! میں خود بھی نہیں جانتی مجھے کیا ہوا ہے۔ میں شروع سے جانتی تھی میری شادی مانی سے ہو گی اور میں خوش بھی تھی۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے وہ سب میرے اپنے ہیں' مجھے اور کیا چاہیے۔ لیکن نہ معلوم کیوں اب جب میری شادی ہو رہی ہے۔ میں خوش کیوں نہیں کیوں؟" اس نے کشف کی آنکھوں میں دیکھ کر سوال کیا۔

کتنی دیر وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی یہاں تک کہ اس کی آنکھیں پانی سے بھرنے لگیں۔ کشف نے اسے ساتھ لگا لیا تھا۔ تہذیب اس کے ساتھ لگتے ہی بری طرح رونے لگی تھی۔

"کشف! میں مانی سے چیٹنگ نہیں کرنا چاہتی۔ میں اپنی محبت صرف اس کے لیے رکھنا چاہتی ہوں لیکن پتا نہیں کب کہاں غلطی ہو گئی جو جگہ اپنے دل میں چاہتے ہوئے بھی مانی کو نہیں دے سکی۔ وہ جگہ نہ چاہتے ہوئے بھی داؤد نے لے لی ہے' حالانکہ میں جانتی ہوں داؤد کو میں پسند نہیں۔ میں صرف ایک ذمہ داری تھی جو انہوں نے نبھا دی۔ تم نے انہیں فون کیا تھا۔ مدد کے لیے' آنے والے کسی خطرے سے آگاہ کرنے کے لیے کیوں تم بتاؤ۔ وہ کیوں ہماری مدد کریں گے کیا لگتی ہو تم ان کی؟ انہیں کیا پتا کوئی ان سے محبت کر بیٹھا ہے۔ یہ جانتے ہوئے کہ وہ کسی اور کی امانت ہے لیکن کشف یہ سب میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا بس پتا ہی نہیں چلا جب تک میں ان کے ساتھ تھی مجھے احساس ہی نہیں تھا میں بس ایک ہی دعا کر رہی تھی میں اس شخص سے دور چلی جاؤں اور جب میں واپس آ رہی تھی اور جس پل مجھے لگا کہ میں اب دوبارہ انہیں کبھی نہیں مل سکوں گی۔

وہ اور اک کا لمحہ بہت بڑا تھا بہت بڑا۔" کشف کو اپنی پشت پر اس کے آنسوؤں کی نمی محسوس ہو رہی تھی۔

داؤد اور اس کے گھر والوں کے نام پر اس کے چہرے پر جو چمک آتی تھی۔ اس پر سے شک تو پہلے بھی ہوا تھا اور آج تصدیق بھی ہو گئی تھی۔ اس نے بے اختیار گہرا سانس لے کر تہذیب کے گرد اپنے بازوؤں کا حلقہ سخت کر دیا۔

"تم نے کون سا روگ خود کو لگا لیا ہے تہذیب! دو دن بعد تمہاری شادی ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ داؤد تمہارا نصیب نہیں وہ صرف ایک دن کا ہم سفر تھا عمر بھر کا نہیں۔"

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

کشف نے اسے حقیقت کا احساس کروایا تھا لیکن اس کے رونے میں شدت آگئی تھی۔

"اگر وہ میرا نصیب نہیں تھا تو پھر اللہ نے مجھے کیوں ملایا تھا؟" تہذیب اس سے پوچھ رہی تھی لیکن کشف کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔

☼ ☼ ☼

"تہذیب یہ دیکھو یہ اچھا ہے نا۔" کشف نے نیلے رنگ کا جگمگاتا سوٹ اس کے سامنے کیا۔

"ہوں!" وہ سر ہلا کر ارد گرد بکھرے دوسرے کپڑوں کو دیکھنے لگی۔

"تہذیب یہ دیکھو اچھا ہے نا۔" سعدیہ بیگم نے پنک سفید موتیوں سے بھرا کام والا سوٹ اس کے آگے کیا۔

"جی!"

"پسند ہے؟"

"جی آپ کو پسند ہے تو لے لیں۔"

سعدیہ بیگم نے غصے سے اسے دیکھا۔

"بی بی سوٹ میں نے پہننا ہے؟ لڑکیاں شوق سے سو چیزیں لیتی ہیں تمہارے نخرے ہی ختم نہیں ہو رہے دو گھنٹے ہو گئے ہیں بازار میں خوار ہوتے ہوئے لیکن تمہارا مزاج ہے کہ ٹھکانے پر ہی نہیں آرہا۔"

سعدیہ بیگم نے بغیر کسی لحاظ کے سب کے سامنے اس کی بے عزتی کر دی دکان دار بھی اس کی شکل دیکھنے لگا وہ سر جھکا کر ہونٹ کاٹنے لگی۔

"تہذیب یہاں آؤ۔" اس کی مشکل عمران نے آسان کر دی تھی۔ وہ تیزی سے اٹھ کر اس کی طرف بڑھی تھی۔ کشف بھی اس کے پیچھے آئی تھی۔

"مانی یہ کوئی طریقہ ہے چچی کے بات کرنے کا۔" عمران نے کشف کی طرف دیکھا جو غصے سے اسے گھور رہی تھی پھر اس نے تہذیب کی طرف دیکھا جس کا چہرہ آنسو ضبط کرنے کے چکر میں سرخ ہو رہا تھا۔

"میں نے پہلے ہی تہذیب سے کہا تھا میں امی کو نہیں روک سکتا۔"

"کیا مطلب نہیں روک سکتا۔" کشف کا جیسے میٹر گھوم گیا تھا "تم نے اسے لاوارث سمجھ رکھا ہے ابھی ایسا بھی کچھ نہیں ہوا کہ کوئی بغیر وجہ اس کی بے عزتی کرے تم اس کی عزت کروا سکتے ہو تو ٹھیک ہے ورنہ ابھی دو دن ہیں۔"

عمران کے ساتھ تہذیب نے بھی حیرت سے کشف کو دیکھا۔ کشف تہذیب کا ہاتھ تھام کر اسے دوسری طرف لے آئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو؟" کشف نے پریشانی سے اس کے سفید پڑتے رنگ کو دیکھا۔

"چکر آرہے ہیں۔" وہ بمشکل بولی۔

"تم یہیں رکو میں پانی لاتی ہوں۔" کشف تیزی سے کاؤنٹر کی طرف بڑھی وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی اور آنکھیں بند کر لیں۔ اپنے قریب کسی کی موجودگی کے احساس پر اس نے آنکھیں کھولیں اور سامنے کھڑے شخص پر نظر پڑتے ہی زمین و آسمان اس کے سامنے گھومنے لگے تھے۔ خوف سے اس کی آنکھیں پھیل گئی تھیں۔

"تمہارے تاثرات دیکھ کر لگتا ہے۔ تم مجھے پہچان گئی ہو۔" وہ اس کی کھلی آنکھوں میں دیکھ کر مسکرایا۔ "جس طرح میں تمہیں نہیں بھول سکا لگتا ہے تم بھی مجھے نہیں بھولیں۔"

تہذیب کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھ کر اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ وہ قدم آگے بڑھا کر اس کے مزید قریب آگیا تو وہ جیسے ایک دم ہوش میں آئی۔

"مانی!" اس نے بے ساختہ پیچھے مڑ کر اسے آواز دی تھی۔ عمران جو اپنی ماں کے ساتھ کھڑا تھا۔ اس کی آواز پر حیرت سے پلٹا۔ تہذیب کے ساتھ ایک اجنبی کو دیکھ کر عمران تیزی سے اس کی طرف لپکا۔

"کیا ہوا؟" اس کے قریب پہنچتے ہی وہ اس کا بازو تھام کر اس کے پیچھے چھپ گئی۔ اس کے یوں ڈرنے پر عمران نے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا۔

"اے مسٹر! کیا پرابلم ہے؟" عمران نے غصے سے

اسے دیکھا۔

"مجھے کوئی پرابلم نہیں۔ مجھے اس سے بات کرنی ہے تم بیچ میں سے ہٹ جاؤ ورنہ تمہیں پرابلم ہو سکتی ہے۔"

"کیا کر لو گے؟" عمران نے طیش میں آکر اسے گریبان سے تھام لیا۔

"تمہاری یہ ہمت۔" اس سے پہلے عمران مزید کوئی حرکت کرتا۔ اس نے گن نکال کر اس کی پیشانی پر رکھ دی۔ عمران کے ساتھ اس کے پیچھے کھڑی تہذیب حتی کہ دوکان میں موجود ہر شخص ساکت ہو گیا تھا۔

"اب اگر تم بیچ میں آئے تو گولی مار دوں گا۔" عمران کو دھمکی دینے کے بعد اس نے عمران کے پیچھے کانپتی ہوئی تہذیب کو دیکھا اور اگلے ہی اس کا بازو اس کے ہاتھ میں تھا۔

"مانی!" وہ پورا زور لگا کر چیخی تھی۔

اس سے پہلے عمران کوئی حرکت کرتا سعدیہ بیگم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا "نہیں مانی تم نہیں جاؤ گے۔ اس کے ہاتھ میں گن ہے اگر اس نے کچھ کر دیا۔" ان کے چہرے پر خوف پھیلا تھا۔

عمران نے بڑی بے بسی سے اس کے ساتھ گھسٹتی تہذیب کو دیکھا لیکن کشف بہن تھی اس نے کسی چیز کی پرواہ نہیں کی تھی وہ بھاگتی ہوئی ان کے سامنے آئی تھی۔

"پلیز، میری بہن کو چھوڑ دیں۔" اس نے روتے ہوئے اس کے آگے ہاتھ جوڑ دیے اس نے ایک نظر کشف پر ڈالی اور مسکرا دیا۔

"سوری میں یہ احسان آپ پر نہیں کر سکتا حالانکہ مجھے آپ پر ترس آرہا ہے لیکن میں اپنی خوشی دیکھوں یا آپ کی۔" اس سے نا امید ہو کر اس نے دکان میں کھڑے لوگوں پر نظر دوڑائی۔

"پلیز کوئی تو مدد کرو میری بہن کو بچاؤ۔" وہ پاگلوں کی طرح مدد کے لیے چیخ رہی تھی لیکن کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا تھا۔ سب کو ہی اپنی جان پیاری تھی۔

"بابر جلدی کرو۔" تب ہی اس کا ایک ساتھی اندر آیا اور بابر تیزی سے اسے کھینچتا ہوا باہر لے کر جا رہا تھا۔ تہذیب نے حیرت سے خاموش کھڑے عمران اور سعدیہ بیگم کو دیکھا اور اپنے پیچھے بھاگتی کشف کو۔ صدمے نے اس میں مزاحمت کی صلاحیت ختم کر دی تھی۔

وہ ایک وین تھی جس کے قریب پہنچنے پر بابر نے دروازہ کھول کر اسے پھینکنے کے انداز میں اندر پھینکا تھا۔ گاڑی چلتے ہی اسے جیسے ہوش آیا تھا۔ اس نے زور زور سے چلانا شروع کر دیا۔

"چپ کرو تم۔" بابر نے مڑ کر اسے گھورا لیکن اس نے چلانا بند نہ کیا تھا بلکہ وہ وین کا دروازہ بھی کھولنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"اس کو بے ہوش کر دو۔" اس کے کہنے پر اس کے ساتھی نے کلوروفارم سے بھیگا رومال اس کے منہ پر رکھا جس کو اس نے ہاتھ مار کر جھٹکا تھا لیکن اس دفعہ اس نے سختی سے رومال اس کے منہ پر جما دیا۔ اس نے خود کو چھڑانے کے لیے زور زور سے ہاتھ پاؤں مارنا شروع کر دیے کلوروفارم اپنا اثر دکھا رہا تھا اس کے حواس آہستہ آہستہ جواب دے رہے تھے اس کی مزاحمت کم ہوتے ہوتے ختم ہو گئی تھی اور آنکھوں کے آگے بالکل اندھیرا چھا گیا تھا۔ وہ برستی ہوئی نظروں سے جاتی وین کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کیا کرے پھر ایک خیال بجلی کی تیزی سے اس کے دماغ میں کوندا تھا۔ اس نے اپنے پرس سے موبائل نکالا وہ تیزی سے ایک نمبر ڈائل کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ہوش آنے پر اس نے بڑی مشکل سے اپنی بوجھل پلکوں کو کھولا تھا چکراتے سر کے ساتھ وہ بمشکل اٹھی تھی۔ وہ کوئی کمرہ تھا۔ جہاں فرنیچر نام کی کوئی چیز نہیں تھی وہ زمین پر پڑی تھی کچھ دیر تک تو وہ نا سمجھی سے در و دیوار کو دیکھتی رہی اس کمرے میں کھڑکی نام کی

Scan & PDF FIAZ AHMED Friends Korner.com

کوئی چیز نہیں تھی وہ کھڑی ہو کر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی اور زور زور سے دروازہ پیٹنے لگی۔

"دروازہ کھولو۔" دروازہ پیٹتے پیٹتے اس کے ہاتھ سرخ ہو گئے تھے وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تبھی باہر قدموں کی آواز ابھری وہ ایک دم پیچھے ہٹی تھی۔ اس کے ہٹتے ہی دروازہ کھلا اور بابر اندر داخل ہوا تھا اسے سامنے کھڑے دیکھ کر وہ مسکرایا تھا۔

"شکر ہے، تمہیں ہوش آ گیا ورنہ میں تو ڈر ہی گیا تھا۔" اس نے دروازہ بند کر دیا اور اس کی طرف بڑھنے لگا اور وہ پیچھے ہٹتے ہٹتے دیوار سے جا لگی۔

"کہاں کہاں نہیں ڈھونڈا تمہیں۔ ایک ماہ سے تمہارے پیچھے خوار ہو رہا ہوں جب سے تمہیں دیکھا ہے۔ کسی کام میں دل ہی نہیں لگتا۔ میرے دوست کہتے ہیں میں کسی کام کا ہی نہیں رہا اور مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔ ہر وقت تمہارا چہرہ میری آنکھوں کے سامنے رہتا تھا۔"

وہ اب اس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"جب تم بھاگ گئی تھیں تب سے تمام کام چھوڑ کر تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ بڑی مشکل سے تمہارے اسکول سے تمہارا پتا ملا۔ روز تمہارے گھر فون کرتا تھا۔ شاید تمہاری آواز سننے کو مل جائے۔ کتنے دن تمہارے گھر کے باہر کھڑے ہو کر انتظار کیا اب نکلو گی اب نکلو گی، لیکن آج تم نکلیں تو میرا انتظار ختم ہوا۔"

وہ بڑے مطمئن انداز میں اپنی آپ بیتی سنا رہا تھا اور تہذیب دیوار سے لگی وہاں سے بھاگنے کا طریقہ سوچ رہی تھی۔

"میں کبھی سوچ بھی نہیں سکتا تھا میں کسی کو اتنا پسند کرنے لگوں گا۔" پھر غور سے اس کا چہرہ دیکھنے لگا۔ اس کے غور سے دیکھنے پر تہذیب کو اپنے سارے جسم پر چیونٹیاں چلتی محسوس ہونے لگیں۔

"آج میں بہت خوش ہوں۔"

بابر نے کہہ کر ایک قدم اس کی طرف بڑھایا۔ تہذیب نے گھبرا کر اپنے دائیں بائیں دیکھا۔

"ارے تم ڈر کیوں رہی ہو اور یہ کیا اس طرح آنسو بہا کر ان خوبصورت آنکھوں پر ظلم کیوں کر رہی ہو۔"

بابر نے ہاتھ بڑھا کر اس کے آنسو صاف کرنے چاہے۔ تہذیب نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ اس کے انداز پر وہ محظوظ ہوا تھا تہذیب نے دوبارہ اس کی طرف دیکھا۔

"پلیز مجھے چھوڑ دیں۔ مجھے گھر جانا ہے۔" تہذیب کی بات پر وہ ایسے ہنسا جیسے اس نے اسے کوئی لطیفہ سنا دیا ہو۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو، میں تمہیں یہاں اپنی داستانِ محبت سنانے لایا ہوں۔ اب تم یہیں رہو گی۔ بھول جاؤ سب جو چھوڑ آئی ہو۔"

کہتے ہوئے اس نے تہذیب کا ہاتھ بھی پکڑ لیا تھا۔ تہذیب کے منہ سے چیخ نکلی تھی۔ ہاتھ چھڑانے میں ناکام ہو کر اس نے اپنے دانت اس کے بازو پر گاڑ دیے۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہیں تھا بلبلا کر رہ گیا۔ بابر کا ہاتھ گھوما تھا اور اس کے چہرے پر نشان چھوڑ گیا۔ ابھی وہ اس سے نہ سنبھلی تھی کہ اس نے دوسرا تھپڑ بھی دے مارا اور وہ لڑکھڑا کر دیوار سے جا ٹکرائی۔ "کمینی کب سے تیرے پیچھے خوار ہو رہا ہوں اور تو سالی مجھے مار رہی ہے۔"

وہ جیسے ایک دم پاگل ہو گیا تھا۔ وہ تیزی سے اس کی طرف بڑھا اور اس پر لپٹے ہوئے دوپٹے کو جھٹکے سے کھینچا تہذیب نے سہم کر اپنے قریب آتے بابر کو دیکھا اسے اپنی موت بابر کی شکل میں نظر آ رہی تھی تب ہی باہر فائرنگ کی آواز آئی تھی۔ ان دونوں نے چونک کر دروازے کی طرف دیکھا، کسی نے زور سے دروازے کو دھکا مارنا شروع کیا تھا۔ پتا نہیں کیوں اس کے دل نے بڑی شدت سے اس شخص کو یاد کیا تھا بابر نے اسے چھوڑ کر اپنی گن نکال لی تھی۔ تبھی زوردار دھماکے کے ساتھ دروازہ کھلا تھا کچھ لوگ تیزی سے اندر داخل ہوئے تھے اسی تیزی کے ساتھ بابر نے اسے کھینچ کر کھڑا کیا تھا اور گن اس کی کنپٹی پر رکھ دی تھی۔

"اگر مجھے ذرا بھی نقصان پہنچا تو میں اس لڑکی کو گولی مار دوں گا۔" بابر نے اسے بری طرح گرفت میں جکڑا

ہوا تھا جبکہ تہذیب کی نظریں سامنے اٹھیں تو پلٹنا بھول گئیں۔ ابھی اس نے پوری شدت سے اسے پکارا تھا اور وہ اس کے سامنے تھا۔

کئی آنسو لڑھک کر اس کے گالوں پر پھیل گئے تھے جب اس پر گن تانے کھڑے تھے۔

"ویسے تمہیں داد دوں گا ایس پی! بڑی کوئیک سروس ہے تمہاری لیکن افسوس اس دفعہ تمہارا پالا بابر سے پڑا ہے۔"

"لڑکی کو چھوڑ دو۔" اس کی بکواس کے جواب میں وہ صرف اتنا ہی بولا تھا۔

"اسے میں نے چھوڑنے کے لیے نہیں پکڑا۔" وہ گن اس پر تانے آہستہ آہستہ دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ داؤد نے اتنی سختی سے دانتوں کو دبا رکھا تھا کہ اس کی کنپٹی کی رگ ابھر آئی تھی۔ تہذیب اسے دیکھ رہی تھی۔ ایک پل کے لیے داؤد کی نظر بابر سے ہٹ کر اس سے ٹکرائی تھی۔ وہی ایک نظر اسے ہمت دے گئی تھی تہذیب نے پورا زور لگا کر اپنے ناخن اس کے بازو میں گاڑ دیے۔ صرف ایک سیکنڈ کے لیے اس کی نظر چوکی اور داؤد کی گولی اس کا بازو چیرتی ہوئی نکل گئی۔ وہ لڑکھڑایا اور تہذیب کے گرد اس کی گرفت ڈھیلی پڑی۔ اگلے ہی لمحے وہ بھاگ کر دیوار سے جا لگی۔ دو پولیس آفیسرز نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا تھا اور اس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں باندھ دیں۔ اس سے نظر ہٹا کر داؤد تہذیب کی طرف مڑا جو زمین پر بیٹھی تھی وہ اس کے سامنے دو زانو ہو کر بیٹھ گیا۔

"تہذیب!" اس کے جھکے سر کو دیکھ کر اس نے دھیرے سے اسے پکارا تھا۔ اس نے نظریں اٹھا کر داؤد کی طرف دیکھا اور اگلے ہی پل وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ داؤد نے اسے خود سے الگ کر کے اس کے آنسو صاف کیے تھے۔

"سب ٹھیک ہے؟" اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اس نے تسلی دی تھی۔

"داؤد!" حسن کے پکارنے پر دونوں نے اسے دیکھا تھا حسن نے تہذیب کا دوپٹہ اس کی طرف بڑھایا تھا

داؤد نے دوپٹہ اچھی طرح اس کے گرد لپیٹ دیا تھا۔ اس کی نظر اس کے بازو سے نکلتے خون پر پڑی اس نے غور سے تہذیب کے چہرے کی طرف دیکھا جہاں نچلے ہونٹ سے خون رس رہا تھا۔ گالوں پر بھی انگلیوں کے نشان تھے۔ اسے جانے کیا ہوا تھا وہ ایک دم اٹھا تھا اور اگلے ہی پل اس نے اپنے بھاری بوٹوں سے بابر کو مارنا شروع کر دیا تھا۔ "تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس کو ہاتھ لگانے کی۔"

وہاں موجود سب لوگ حیران پریشان داؤد کو دیکھ رہے تھے حسن اور کاشف ایک دم آگے بڑھے تھے۔

"داؤد! کول ڈاؤن چھوڑ دو اسے۔" حسن نے کھینچ کر اسے پیچھے کیا۔ تہذیب سب بھول کر ہکا بکا داؤد کی جنونی کیفیت دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ رک گیا تھا اور گہرے گہرے سانس لے کر خود کو کنٹرول کرنے کی کوشش کی تھی۔

"لے جاؤ اسے۔" داؤد نے انسپکٹر کو اشارہ کیا تھا۔

"ایس پی! تم کیا سمجھتے ہو، میں ساری عمر جیل میں رہوں گا۔ کبھی باہر نہیں آؤں گا۔ میں جلد واپس آؤں گا اور نہ تمہیں چھوڑوں گا اور نہ اسے۔" وہ اتنی مار کھانے کے بعد بھی دھمکی دینے سے باز نہیں آیا تھا۔

تہذیب کے قریب پہنچ کر وہ پھر رک گیا تھا۔

"تمہیں تو میں برباد کر کے چھوڑوں گا۔" تہذیب نے گھبرا کر داؤد کو دیکھا جس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا "لے جاؤ اسے۔" وہ دھاڑ کر بولا تھا۔

حسن نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ تہذیب کی آنکھیں بند تھیں وہ یہی سمجھا وہ ابھی بھی بے ہوش ہے لیکن وہ ہوش میں آ چکی تھی تاہم وہ ابھی ان کا سامنا کرنا نہیں چاہتی تھی۔ جب وہ گھر سے نکلی تھی دوپہر تھی اور اب رات ہو رہی تھی وہ لوگ پتا نہیں اسے کہاں لے کر آئے تھے اور یہ اسے کہاں لے کر جا رہے تھے۔ اس نے گردن گھما کر کار ڈرائیو کرتے داؤد کو دیکھا۔

"یہ تو اچھا ہوا ہم اسے فالو کر رہے تھے دوسرے کشف نے فون کر دیا ورنہ شاید دیر ہو جاتی۔" داؤد نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

Scan & PDF FIAZ AHMED Friendskorner.com

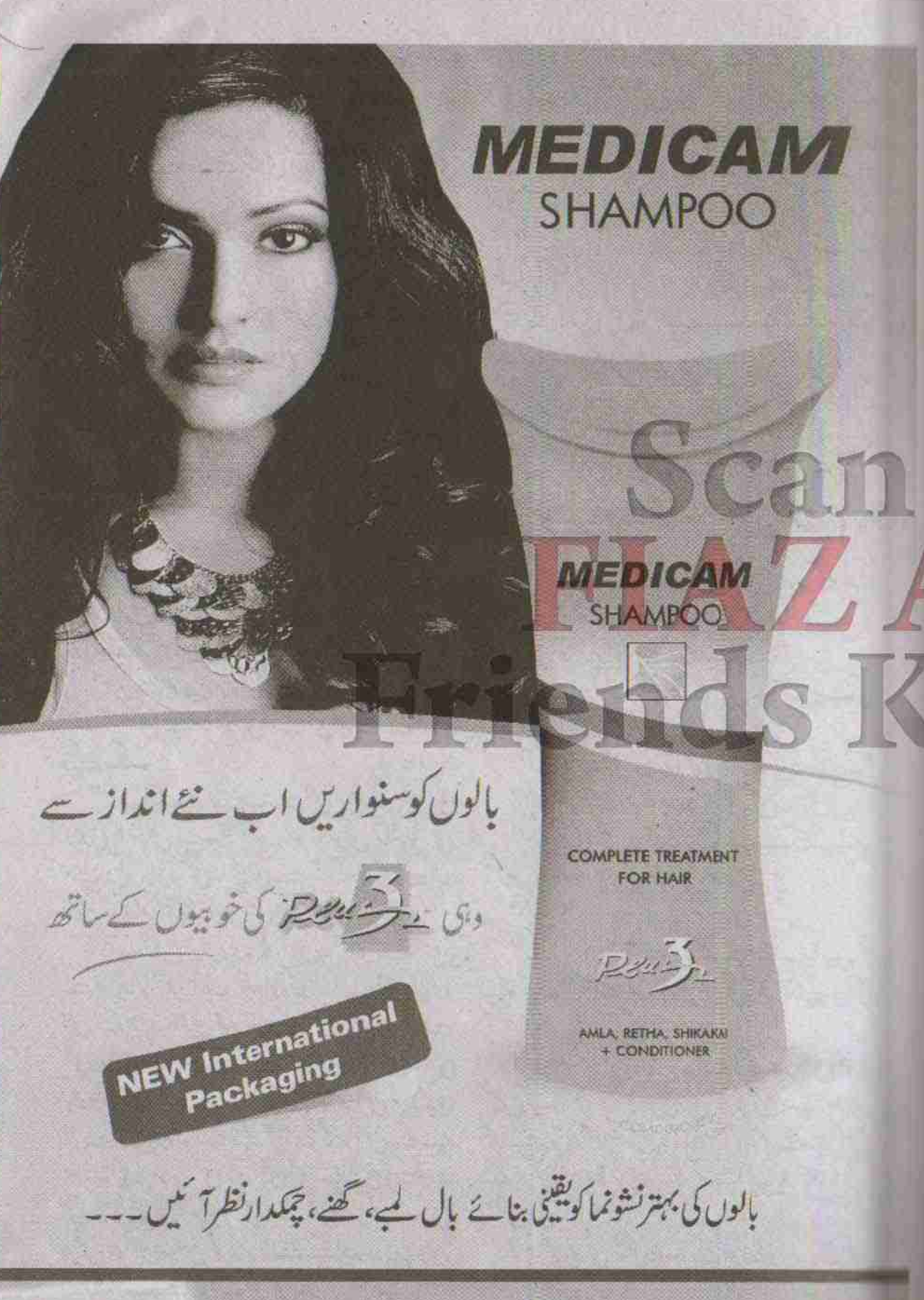

اس کے جذباتی پن کے پیچھے کیا محرک تھا حسن جانتا تھا' تہذیب نہیں۔ وہ تو صرف اتنا جانتی تھی کہ وہ محبت کے اس سفر میں اکیلی ہے۔ اس کے ہونے والے شوہر نے اسے مصیبت کے وقت چھوڑ دیا تو یہ کیوں اس کی خاطر یوں دیوانہ ہو رہا تھا۔ بات تو صاف تھی لیکن اس کا دماغ اس بات کو ماننے میں ہچکچا رہا تھا۔ وہ ایک دم اٹھ کر بیٹھ گئی داؤد نے مڑ سے اسے دیکھا حسن نے بھی مڑ کر اسے دیکھا۔

"تم ٹھیک ہو تہذیب!" حسن کے پوچھنے پر اس نے سر ہلایا تھا' اس کے بعد وہ یونہی بیٹھی رہی لیکن خود پر وقفے وقفے سے داؤد کی نظریں بھی محسوس کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

گھر پہنچنے پر اس کے پاؤں کانپنے لگے تھے۔ دیواروں پر لائٹیں تو لگی تھیں لیکن رات ہونے کے باوجود کسی نے انہیں جلایا نہیں تھا۔ وہ ان دونوں کے ہمراہ گھر کے اندر داخل ہوئی تھی۔ لاؤنج لوگوں سے بھرا تھا جو اس کے رشتے دار تھے اور پرسوں ہونے والی شادی میں شرکت کے لیے آئے تھے ان سب کے درمیان سعدیہ بیگم اونچی اونچی آواز میں بول رہی تھیں۔ اصغر صاحب اور زبیدہ سر جھکائے ان کی باتیں سن رہے تھے جبکہ کشف کچن کے دروازے سے لگی زار و قطار رو رہی تھی۔ ان تینوں کے اندر داخل ہونے پر سب سے پہلی نظر قمر بیگم کی پڑی تھی جو تہذیب کی شادی میں شرکت کے لیے آئی تھیں لیکن یہاں قصہ ہی عجیب تھا۔ داؤد اور حسن نے نہ سمجھنے والے انداز میں ان لوگوں کو دیکھا۔ اسے دیکھ کر کمرے میں موجود آوازیں خاموش ہو گئیں پھر سعدیہ بیگم کی آواز آئی تھی۔

"لو آ گئی مہارانی' منہ کالا کر کے۔ ارے میں تو پہلے ہی کہتی تھی' اس کی شہ پر سب ہوا ہے۔ وہ لڑکا بالکل تھا جو اس کے پیچھے پیچھے یہاں تک آ گیا لیکن میری کوئی سنتا ہی کہاں تھا۔ اس میسنی کی معصومیت کی پٹی بندھی تھی اس کی آنکھوں پر دیکھو' اب دو دفعہ اغوا ہوئی ہے یہ۔"

انہوں نے عمران کی طرف دیکھ کر جتایا جو بہت غصے سے اسے دیکھ رہا تھا جبکہ تہذیب کا دل چاہا' زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔

"میں آج آخری بار بات کرنے آئی ہوں۔ میں ایک اغوا شدہ لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنا سکتی۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ میرے ہیرے جیسے بیٹے کے لیے یہ عیب دار لڑکی ہی رہ گئی تھی۔"

"دیکھیں آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔" حسن نے آگے بڑھ کر انہیں سمجھانا چاہا۔

انہوں نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا۔

"بس جی آپ لوگ کچھ نہ بولیں۔ یہ ہمارے گھر کا معاملہ ہے۔"

حسن نے تہذیب کا چہرہ دیکھا جو لٹھے کی طرح سفید پڑ گیا تھا جبکہ داؤد کا چہرہ ضبط کے مارے سرخ ہو گیا تھا۔

"مجھے ذرا بھی امید نہیں تھی تہذیب! تم اتنا گر سکتی ہو۔ اتنا کچھ ہونے کے باوجود میں تمہیں اپنا رہا تھا لیکن تم پھر بھی۔۔۔ میری امی صحیح کہتی تھیں۔"

اس نے بڑی نفرت سے تہذیب کو دیکھا۔ تہذیب بہت کچھ بولنا چاہتی تھی لیکن اس کی زبان جیسے اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی اور داؤد کا صبر جواب دے گیا تھا۔

"بس!" اچانک داؤد کی زور دار آواز پر پورے کمرے میں خاموشی چھا گئی "بہت ہو گیا آپ لوگ بغیر سوچے سمجھے اس پر الزام لگا رہے ہیں۔ شرم آنی چاہیے آپ کو۔"

"شرم بھی ہمیں آنی چاہیے۔" سعدیہ بیگم ہاتھ نچا کر بولیں "دیکھو میاں! ایسے لوگ ہمدردی کے قابل نہیں ہوتے۔ اس کی معصومیت پر مت جاؤ۔ اس کے کرتوت سب کے سامنے ہیں اور تمہیں اتنا درد ہو رہا ہے تو تم کر لو اس سے شادی۔"

ایک پل کے لیے داؤد بالکل خاموش رہ گیا۔ اس نے سوچا کیا قسمت کبھی اس طرح بھی مہربان ہو سکتی ہے۔ اس نے قمر بیگم کی طرف دیکھا جنہوں نے مسکرا کر اسے جواب دے دیا تھا۔

Scan & PDF
FIAZ AHMED
Friends Korner.com

"آنکھوں دیکھی مکھی کون نگلتا ہے۔" وہ نہ جانے کیا سمجھیں۔ طنزیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگیں جبکہ داؤد کی خاموشی نے تہذیب کو اندر تک توڑ دیا تھا۔

"میں تہذیب سے شادی کرنے کو تیار ہوں ابھی اور اسی وقت۔"

داؤد کے کہنے پر اصغر صاحب اور زبیدہ نے بے یقینی سے اس کی طرف دیکھا لیکن اس کے چہرے پر اس کے فیصلے کی مضبوطی صاف نظر آ رہی تھی۔ سعدیہ بیگم کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ وہ تو سمجھ رہی تھیں وہ ان سے تہذیب کے لیے بھیک مانگیں گے۔ عمران ایک دم باہر نکل گیا تھا۔

"بھائی صاحب آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔" قمر بیگم نے اصغر صاحب سے پوچھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"میں کیسے اعتراض کر سکتا ہوں آپ لوگ تو فرشتہ بن کر ہماری زندگیوں میں آئے ہیں۔ میں نکاح خواں کا بندوبست کرتا ہوں۔"

حسن کے بولنے پر داؤد نے اسے روک دیا "ایک منٹ" حسن کے ساتھ باقی سب بھی حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"آپ ایک بار تہذیب سے بھی پوچھ لیں اس کی زندگی کا سوال ہے۔" کشف جو خاموش تماشائی بنی سب دیکھ رہی تھی۔ تیزی سے آگے بڑھی کیونکہ تہذیب کیا چاہتی ہے وہ اچھی طرح جانتی تھی۔

"آپ نکاح خواں کو لے آئیں۔" اس نے حسن سے کہا تھا تو حسن ایک نظر داؤد کو دیکھ کر باہر نکل گیا اور اس کے پیچھے دانیال اور داؤد بھی۔ کچھ لمحوں کی بات تھی وہ تہذیب اصغر سے تہذیب داؤد بن گئی تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک اسے پتا ہی نہیں تھا کہ اس کی زندگی میں وہ شخص ہمیشہ کے لیے آجائے گا جو اس کے لیے صرف ایک سوچ تھی۔ وہ ابھی بھی بے یقینی کی کیفیت میں زمین کو گھور رہی تھی جب قمر بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔ اس کو پیار کرنے کے بعد وہ زبیدہ اور اصغر صاحب سے مخاطب ہوئیں۔

"ہم رخصتی ابھی کرنا چاہتے تھے پھر میں نے سوچا ابھی تہذیب کی کنڈیشن ایسی نہیں تہذیب آپ کے پاس ہماری امانت ہے۔ ہم دو ہفتے بعد رخصتی کرا لیں گے۔" اصغر صاحب اور زبیدہ نے ان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔

★ ★ ★

"ارے یہ کیا کر رہی ہو!" کشف کی آواز پر تہذیب گھبرا کر اچھل پڑی "دفع ہو جاؤ۔ آرام سے نہیں بول سکتیں میں ڈر گئی تھی۔" تہذیب نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر کشف کو گھورا۔

"اچھا تم ڈر گئی تھیں حالانکہ تم ڈرتی نہیں ڈراتی ہو۔" تہذیب نے کوئی جواب نہیں شیشے کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ کشف اسے ہی دیکھ رہی تھی جو مہندی کے پیلے سوٹ میں سادگی میں بھی غضب ڈھا رہی تھی۔

کل مہندی تھی داؤد اور اس کی فیملی لاہور گیسٹ ہاؤس میں شفٹ ہو گئے تھے۔ آج اصغر صاحب نے ان کی فیملی کو ڈنر پر انوائیٹ کیا تھا۔

"کشف! وہ لوگ ابھی آئے نہیں۔" تہذیب کی بے چینی پر کشف کھل کر مسکرائی تھی۔

"آ گئے ہیں۔ اسی لیے تو تمہیں بلانے آئی ہوں۔"

"اچھا!" وہ ایک دم کانشیس ہو گئی تھی۔

"داؤد بھائی نہیں آئے۔" کشف کے بتانے پر تہذیب کا جگمگاتا چہرہ یکدم بجھ گیا تھا۔

"کیوں؟"

"مجھے کیا پتا۔" کشف نے کندھے اچکائے "اب تم نیچے آجاؤ۔" کشف کہہ کر باہر نکل گئی جبکہ تہذیب کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ان دو ہفتوں میں داؤد نے اسے ایک بار بھی فون نہیں کیا۔ وہ خود کو تسلی دیتی رہی لیکن آج جب سب آئے ہیں تو وہ کیوں نہیں آئے۔ کئی وہم تھے جو اس کے ارد گرد اپنا جال بننے لگے کشف ایک بار پھر اندر داخل ہوئی۔

"تم ابھی یونہی بیٹھی ہو۔" کہتے ہوئے اس نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"تم رو رہی ہو؟" اس کے آنسوؤں کی روانی میں اضافہ ہو گیا۔ کشف نے پریشانی سے پیچھے دیکھا اور دروازے میں کھڑے داؤد نے اسے انگلی کے اشارے سے بتانے سے منع کر دیا۔

"کیا ہوا ہے تہذیب؟"

"کشف! کبھی کبھی مجھے لگتا ہے کہ کہیں واقعی ایسا تو نہیں کہ داؤد نے اس وقت صرف ہمدردی میں مجھ سے شادی کر لی ہو اور اب پچھتا رہے ہوں۔" "کیوں تمہیں ایسا کیوں لگا؟"

"تم خود دیکھ لو نہ کبھی انہوں نے مجھے فون کیا اور اب آئے بھی نہیں۔ میں ہی پاگل ہوں جو پتا نہیں کیا کیا امیدیں لگا لی تھیں۔ میں ان سے پیار کرتی ہوں تو ضروری نہیں وہ بھی مجھ سے کریں۔ دانیال نے مجھے بتایا تھا انہیں ڈرپوک اور رونے والی لڑکیاں پسند نہیں اور پتا ہے میں جب بھی ان سے ملی روتی ہی ملی انہیں سوبر لڑکیاں پسند ہیں تم بتاؤ میں کیا سوبر لگتی ہوں۔"

اس کے پوچھنے پر کشف کی ہنسی نکل گئی تھی تہذیب نے ناراض ہو کر منہ دوسری طرف موڑ لیا۔

"اچھا بابا ناراض نہ ہو اگر تمہیں یہ وہم ہے تو تمہیں چاہیے تھا تم خود داؤد بھائی سے بات کر لیتیں آخر تم ان کی بیوی ہو۔ اتنا تو تمہارا حق بنتا ہے۔"

"مجھے پاگل کتے نے نہیں کاٹا جو میں ان سے یہ پوچھوں۔ تم نے نہیں میں نے ان کا غصہ دیکھا ہے اور تھپڑ بھی کھایا ہے۔" تہذیب نے اپنا گال سہلایا۔

"تو اب اس کا کیا علاج ہے۔" کشف نے دلچسپی سے اس کا چہرہ دیکھا تو تہذیب نے مسکرا کر اپنے آنسو صاف کیے۔

"کوئی علاج نہیں اب تو میں ان کی بیوی ہوں جیسی ہوں ان کو برداشت کرنا ہو گا۔ چلو میں آنٹی سے مل لوں۔"

وہ بیڈ سے کھڑی ہو گئی لیکن دروازے کے قریب پہنچتے ہی دھک سے رہ گئی اس نے مڑ کر شکایتی نظروں سے کشف کو دیکھا جو قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھی۔

"سنا داؤد بھائی! آپ کی بیوی کو کتنی شکایتیں ہیں آپ سے۔"

"جی!" وہ تہذیب پر نظریں ٹکائے بولا۔

"آپ بات کریں میں چلتی ہوں۔"

تہذیب کی نظریں زمین میں گڑ سی گئی تھیں۔ اب پتا نہیں اس نے کیا کیا سنا تھا۔

"بعض دفعہ حالات ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کا وہ روپ سامنے آتا ہے جو وہ اصل میں نہیں ہوتا جب پہلی بار تم ملیں تو جانتی ہو کیا حالات تھے۔ اگر میں نے تمہیں تھپڑ مارا تھا تو میں اس کے لیے شرمندہ ہوں اگر کوئی تمہیں خراش بھی لگائے تو اس کا جو حال میں کروں گا اس کا بھی تمہیں اندازہ ہے کیا وہاں سے تمہیں میرے پیار کا اندازہ نہیں ہوا۔ بوجھ کو زندگی کا حصہ نہیں بنایا جاتا۔ زندگی میں ان لوگوں کو شامل کیا جاتا ہے جو دل کے مکین ہوتے ہیں اور میں تمہاری تمام حماقتوں کے باوجود تم سے محبت کرتا ہوں۔" تہذیب نے نظریں اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا جو ہمیشہ کی طرح سنجیدہ تھا۔

"تسلی کے لیے اتنا کافی ہے یا کچھ اور کہوں۔" تہذیب کی نظریں جھک گئی تھیں۔ اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"آؤ نیچے چلیں۔"

"تہذیب نے حیرت سے اس کی پھیلی ہوئی چوڑی ہتھیلی کو دیکھا اور پھر اس کا چہرہ۔ اگلے ہی پل اس نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیا تھا۔ آخری سیڑھی پر اس نے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔ داؤد نے ایک نظر اس کا چہرہ دیکھا اور مسکرا کر ہاتھ چھوڑ دیا۔

Scan & PDF EJAZ AHMED FriendsKorner.com